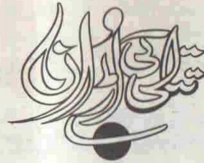
عالیہ بخاری



رات کے نہ معلوم کس پہر میں بارش کھل کر برسی تھی۔

صبح ہر شے دھلی دھلائی، نکھری نکھری سی اور آسمان.... بیلا نے نگاہ اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا۔ ابھی بھی گہرے، ہلکے بادلوں میں چھپا ہوا۔



"اور کیا پتا کہیں دور کسی ان دیکھے جنگل، کسی دور دراز وادی کے اوپر چھائے ہوئے بادلوں پر اونچے برجوں والا گلابی کاسنی رنگوں سے سجا محل موجود ہی ہو۔" اسے سوچ کر ہی مزہ آنے لگتا تھا۔

دماغ میں ایسے بہت سے خیالات ہمہ وقت موجود رہتے، بچپن میں پڑھی ہوئی پریوں کی ڈھیروں ڈھیر کہانیوں نے تخیل کے پرواز کی کوئی حد نہیں چھوڑی تھی۔

"آخر کو "جیک اینڈ دی بین اسٹاک" کا جن بھی تو بادلوں پر محل بنا کر رہ ہی رہا تھا۔ اتنا بھاری بھر کم ہو کر بھی۔

"بیلا!" نانی کی آواز اس عمر میں بھی زوردار تھی۔ ایک بار پکارنا ہی کافی ہوتا تھا۔ اسے بھی زمین پر واپس آنا پڑا مگر خاصی جھنجلاہٹ کے ساتھ بادلوں کے نرم جھروکے سے نیچے ہرے بھرے جنگل کو جھانک کر دیکھنے کا شوق بھی پورا نہ ہو سکا۔

"دس بار منع کیا ہے کہ گیلری میں صبح ہی صبح نہ کھڑی ہوا کرو اور ویسے بھی اس کی ساری ریلنگ جھکی جا رہی ہے۔ خدا نہ کرے کچھ ہو گیا تو اخبار میں خبر لگ جائے گی۔"

بیلا کو ایک دم ہی ہنسی آگئی۔

نانی کو اس سے زیادہ "اخبار کی خبر" کی فکر تھی۔ آج کل حالات ہی کچھ ایسے ہو رہے تھے، ان کی بلڈنگ کے کئی گھروں کی آئے دن "خبر" لگ جاتی تھی۔

"اللہ اپنی امان میں رکھے، لوگ تو چین سے جینے بھی نہیں دیتے۔ تھوڑی سی بات ہاتھ آجائے تو کرید کرید کر ناک میں دم کیے دیتے ہیں۔ اب دوسرے فلور والی سرمدی کا ہی حال دیکھو، بے چاری.... "تازہ ترین حالاتِ حاضرہ" یہاں

دیکھ کر ہر وقت تبصرہ کیا جا سکتا تھا۔ روزانہ کچھ نہ کچھ نیا مل ہی جاتا تھا۔

نانی لاؤنج میں بچھی چھوٹی گول میز پر چائے میں بسکٹ ڈبو ڈبو کر کھا رہی تھیں۔ ہلکے سے بادامی رنگ کا چکن کا سوٹ، دونوں ہاتھوں میں سونے کی باریک بے حد خوبصورت چوڑیاں، کانوں میں ہیرے کے چھوٹے چھوٹے ٹاپس اور بالوں کے جوڑے میں لپٹی بیلے کے پھولوں کی لڑی سے اٹھتی مہک۔

بیلا کو یاد نہیں پڑتا تھا کہ اس نے انہیں کبھی عام سے حلیے میں دیکھا ہو۔ میک اپ بالکل نہیں کرتی تھیں، اس لیے عمر کے لحاظ سے ان کی شخصیت میں وقار جھلکتا محسوس ہوتا تھا۔

بیلا کو کالج کے لیے دیر ہو رہی تھی، اس لیے حسبِ معمول ان کے ناشتہ کی آفر پر معذرت کرنا پڑی اور حسبِ معمول ان کی خفگی کو بھی سہنا پڑا۔

"نہ کھاؤ، ہمارا کیا جاتا ہے، ابھی سے شکل پر بارہ بجنے لگے ہیں۔ نہ کوئی گن، نہ ہنر۔ معلوم نہیں کیسے زندگی گزرے گی۔"

بیلا کو ان کی کوئی بات بری نہیں لگتی تھی۔ ان کے طرزِ زندگی میں "گن" اور "ہنر" کے بغیر کام چلنا بالکل ہی ناممکن سی بات تھی، اسی لیے ان کی پریشانی بھی بجا تھی اور جب چند ہی منٹوں میں وہ لپ جھپ کالج یونیفارم میں بالکل تیار ہو کر باہر آئی تو نانی سچ مچ ہی حیران ہو گئیں۔

"کالج جاؤ گی اس موسم میں، جگہ جگہ تو پانی کھڑا ہو گا اور کون سی استانیاں آجائیں گی اس موسم میں پڑھانے؟"

"سب آجاتی ہیں، ہمارے کالج کی ساری لیکچررز بہت پنکچوئل ہیں یعنی وقت کی پابند۔" فریج کھول کر پانی کی بوتل نکالتے ہوئے اس نے ان کی تسلی کرانا چاہی پر وہ تھوڑی جھنجلا سی گئیں۔

"آتی ہے اتنی انگریزی ہمیں بھی، بہت اچھا وقت دیکھے ہوئے ہیں اور بہت پڑھے لکھے لوگوں میں اٹھنا بیٹھنا رہا ہے۔ تم کیا ہمیں مطلب سمجھانے چلی ہو۔" ماضی انہیں بات بات پر یاد آتا تھا بلکہ ذہنی طور پر تو وہ جی ہی ماضی

میں رہی تھیں۔ حال تو بس دکھاوا ہی تھا۔

سیڑھیوں کا رخ کرنے سے پہلے اس نے ایک نظر اماں اور دُری کے مشترکہ کمرے کی طرف دیکھا۔ دبیز قالین اور



بھاری پردوں والا بیڈروم جہاں گرمی میں مستقل ہی اسپلٹ کھلا رہتا۔ ان دونوں ہی کی صبح عادتاً دیر سے ہوتی تھی۔

"خدا حافظ نانی!" کہتے ہوئے وہ بیرونی دروازے کی کنڈی کھول رہی تھی تو وہ اپنی چائے میز پر ہی چھوڑ کر جھنجلائی جھنجلائی سی اس کے پیچھے آہی گئیں۔

"نہ مانو کہنا اور جو کہیں پانی میں بند ہو کر کھڑی ہو گئی تو پھر بیٹھی رہنا۔ اپنی اس رولز رائس میں، نہ معلوم کن کن دقتوں سے تو یہ سیکنڈ ہینڈ گاڑی خریدی تھی اور وہ بھی اب کتنے سال پرانی بات ہوئی۔ مشتری! ذرا باجی کو نیچے تک تو چھوڑ کر آ۔"

گھر کے کسی کونے سے نوعمر ملازمہ برآمد ہوئی اور ان کا موڈ بھانپتے ہوئے تیر کی طرح بیلا کے پیچھے سیڑھیاں اترتی چلی گئی۔

بیلا کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ نانی موسم کی خوبصورتی سے خائف کیوں رہتی تھیں۔ گہرے اودے بادلوں اور ہرے بھرے تروتازہ پھول پتوں کی خوبصورتی کو سراہنے کے بجائے انہیں زمین کی کیچڑ اور پھسلن کا خوف کیوں ستانے لگتا تھا۔

شاید عمر کا تقاضا تھا۔

مگر اس کا دل یہ جواز ماننے سے بھی انکاری رہتا۔ آخر نانی اس عمر میں اتنے اسٹائل میں بھی تو رہتی ہی تھیں اور صرف نانی ہی کیا اماں اور دُری بھی۔ معمول سے ذرا ہٹ کر کچھ ہوا اور لگیں، ناک بھوں چڑھانے۔

"اصل میں یہ تینوں خواتین بے حد نازک مزاج ہیں اور اگر برا نہ مانیں تو بے حد بور۔"

ارشاد نے جب تک گاڑی لا کر اس کے سامنے کھڑی کی، تب تک بیلا کا تجزیہ بھی مکمل ہوا۔ سامنے مشتری دانت نکالے کھڑی تھی، روزانہ وہ اسی طرح خوشی خوشی ہاتھ ہلا کر اسے "خدا حافظ" کہتی جیسے اس سے بڑھ کر دوسرا کوئی پُرمسرت کام اس کے حصے میں آج تک آیا ہی نہیں۔

سارا دن اور پھر رات گئے تک وہ نانی کی اردلی میں رہتی۔ اماں کی جھڑکیاں اور دُری کی نازک مزاجی کو سہتی۔ آنے جانے والوں کی خاطر تواضع حسبِ مراتب کرتی اور پھر بھی خوش رہتی۔

"بھلا اس ساری مصروفیت میں مشتری کو اپنی ذات سے جڑی کوئی ایک چھوٹی سی بھی حاصل راحت؟ بڑا سخت گڑبڑ گھٹالا ہے بھئی۔"

بیلا نے سر کو ہلکا سا جھٹکا دے کر باہر نظر آتے منظر کی طرف دھیان لگانا چاہا۔

بات بات پر سوچنے کی اسے پرانی لت تھی۔ شاید بچپن سے ہی وہ ایسی تھی اور اسے یہ اپنی عادت خود دل و جان سے پسند تھی۔

برائی بھی کیا تھی اس میں۔

"صرف یہ کہ تھوڑی دیر کے لیے اپنے "حال" سے الگ ہو گئے اور بس..... اور یہ "حال" بھی ایسا کون سا اعلا و ارفع، دل پسند قسم کی چیز ہے۔ جس میں آنکھیں کھولے بس جیسے ہی چلے جاؤ۔"

زن زن کرتے کتنے ہی مناظر تیزی سے گزرتے چلے گئے۔ کالج کے گیٹ پر ہی اسے مدیحہ مل گئی۔

بس اسے تھوڑے فاصلے پر اتارتی تھی اور سامنے ہی سڑک پر کھڑا ہوا پانی آتے جاتے لوگ بڑی دقتوں کے ساتھ پار کر رہے تھے۔

"میری توبہ جو آئندہ ایسے موسم میں گھر سے نکلوں مگر میری تو شامت مجھے گھر میں بھی ٹکنے نہیں دیتی۔" گیٹ سے کلاس کی طرف جاتے ہوئے وہ بڑبڑاتی رہی۔ بیلا خاموشی سے سنے گئی اور جب وہ ذرا سانس لینے کو رکی تو اس کے بھی منہ سے نکل ہی گیا۔

"مجھے بھی نانی بہت منع کر رہی تھیں آج کالج آنے سے، ناراض بھی ہو گئیں شاید۔"

"تو تمہیں مان لینی چاہیے تھی نا ان کی بات۔" مدیحہ چلتے چلتے رک سی گئی۔ "اپنی خوش قسمتی کی قدر کرو کہ گھر میں تمہاری پروا کرنے والے بھی ہیں۔ مجھے دیکھو، امی تو چلو سوتیلی ہیں پر ابا کو بھی اپنے دوسرے بچوں میں گم رہ کر میرا خیال نہیں آتا۔ آج صبح دودھ والا بھی نہیں آیا تو چائے تک نہیں بن سکی۔ باقی سارے بچوں نے آج اسکول سے چھٹی کی ہے، سو ناشتہ بھی دیر سے ہی بنے گا۔"

بات کے اختتام پر اس نے ایک ٹھنڈی سانس بھری۔ بیلا سے جواباً "کچھ بھی نہ کہا گیا۔ حالانکہ وہ بھی روزانہ ہی ناشتہ کر کے نہیں آتی تھی لیکن اس کے اور مدیحہ کے جذبات میں زمین آسمان کا فرق تھا۔

شروع کے تین پیریڈ پڑھائی چلتی رہی، پہلے دو پیریڈ انگلش کے اور پھر ہسٹری کے۔

بریک ٹائم خالی ملتے ہی وہ مدیحہ کو لے کر کینٹین کی طرف آگئی۔

آج لڑکیاں معمول سے کہیں کم تھیں، اس لیے یہاں رش بھی کم تھا۔ پیٹیز اور کولڈ ڈرنکس لے کر وہ دونوں لائبریری کی سیڑھیوں پر آبیٹھیں۔

"پتا ہے بیلا! کبھی کبھی تو میں سوچ میں پڑ جاتی ہوں کہ آخر اللہ تعالیٰ نے مجھے زندہ ہی کیوں رکھا ہوا ہے۔ نہ کسی کو میری ضرورت ہے اور نہ محبت پھر میرے ہونے نہ ہونے سے کیا فرق پڑتا ہے۔"

مدیحہ آج ہمیشہ سے زیادہ اُداس تھی، بہت چھوٹی عمر میں ماں کو کھو دینے کے بعد اسے بہت سے تلخ حقائق کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

بیلا کو اس کی اداسی خود بہت زیادہ اداس کرتی تھی مگر اس کا اظہار وہ کم ہی کرتی تھی۔

"خیر دو افراد تو کم از کم ہیں ہی جو تمہیں یاد کر کے آٹھ آٹھ آنسو بہائیں گے۔ ایک میں اور ایک بے چارہ ملتان میں بیٹھا یاور۔"

اداس سے اداس گھڑیوں میں بھی یہ نام مدیحہ کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ لے ہی آتا تھا، اس وقت بھی وہ کچھ جھینپ کر ہلکے سے ہنس پڑی۔

"خوامخواہ ہی، میرے لیے صرف تم ہی ہو۔ یاور کو تو پتہ نہیں میرا نام، میری شکل اب یاد بھی ہوگی یا نہیں۔ پانچ چھ سال تو نکل ہی گئے ہیں بیچ میں، بلکہ اب تو خالہ کو بھی یہاں آئے دو سال ہو گئے ہیں۔"

وہ جس قسم کے حالات کا شکار تھی، اس میں خوش گمان رہنا ناممکن سی بات تھی۔ وسوسوں کا گھر، امید کی کرن کو چمکنے ہی نہیں دیتا تھا۔ بیلا پھر بھی اسے حوصلہ دیے ہی جاتی۔

"خالہ تمہاری طرف سے کبھی بھی غافل نہیں ہو سکتیں۔ اتنی محبت سے انہوں نے منگنی کی تھی۔ حالانکہ اسی وقت تو ان باتوں کا ایسا کوئی وقت بھی نہیں تھا۔"

مدیحہ کی آنکھیں پھر سے مسکرانے لگیں۔

نویں جماعت میں پڑھتے ہوئے یاور سے منگنی کا ہو جانا اس وقت تو کوئی ایسا محبوب واقعہ نہیں لگا تھا، بس لے دے کر یہی احساس تھا کہ اکلوتی خالہ مارے محبت کے سوتیلی والدہ کے چنگل سے نکالنے کے لیے تدبیر لڑا رہی ہیں اور اس کے لیے بس یہی کافی تھا کہ وہ سختیوں اور محرومیوں سے نکل کر خالہ کے سجے سجائے گھر میں مزے سے رہے گی مگر وقت نے کچھ اور ہی جمع تفریق کر کے رکھی ہوئی تھی۔

"ابھی بہت چھوٹی ہے، ذمہ داریاں اٹھانے کے لیے قطعی نااہل۔" یہ سوتیلی اماں کا قطعی فیصلہ تھا جس میں ردوبدل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا اور ایمانداری کی بات تو یہ کہ کچھ ایسا غلط بھی نہیں تھا۔ سو مدیحہ کی شادی انٹر کے امتحان کے بعد طے پائی۔ جب تک وہ انٹر کا امتحان دے کر فارغ ہوئی خالہ کا نامعلوم جوش ٹھنڈا پڑ گیا۔ پہلے جو وہ ہر دوسرے تیسرے مہینے دوڑی چلی آتی تھیں۔ اب دوسرے تیسرے مہینے فون تک نہ کرتیں اور یاور تو منگنی کروا کر ایسا گیا کہ پھر پلٹ کر اِدھر آیا ہی نہیں۔ اِدھر اُدھر رشتے داروں سے سننے کو مل بھی جاتا کہ وہ اب پڑھائی ختم کر چکا ہے، وہ اب نوکری پر لگ گیا ہے اور پھر خالہ کے ہی فون سے پتہ چلا کہ وہ کسی ٹریننگ پر چلا گیا ہے۔ "امی تو اب کھلم کھلا کہنے لگی ہیں کہ ان کا ارادہ بدل گیا ہے۔ انہیں یہاں سے ملے گا بھی کیا۔ نہ صورت، نہ شکل اور نہ ہی جہیز اور سچ بات تو یہی ہے نا!"

مدیحہ نے کتنی ہی سچائیوں کی کڑواہٹ کو اپنے اندر اتار کر زندگی کو جیا تھا پھر بھی یہ ایک سچائی تھی جسے قبول کرنا خود اس کے لیے از حد مشکل ثابت ہوتا تھا۔

بیلا نے ایک نظر اس کے پھیکے پڑتے ہوئے چہرے کی طرف دیکھا اور پھر بڑی نرمی سے بولی۔

"ایسا کچھ بھی نہیں ہوگا، بے کار کے اندیشے مت پالو، ایگزام کتنے قریب آگئے ہیں، سب کچھ بھول کر اپنی پڑھائی پر توجہ دو۔ اگلے سال ان شاء اللہ ہمارا گریجویشن بھی مکمل ہو جائے گا۔"

"میرا تو یہ گریجویشن بھی تمہارے ہی طفیل ممکن ہوا ہے، ورنہ شاید میٹرک کے بعد ہی آگے پڑھائی ناممکن ہو جاتی۔ اگر تم میری دوست نہ ہوتیں بیلا! تو میرا تو نہ جانے کیا بنتا۔"

مدیحہ ذہین بھی تھی اور محنتی بھی۔ کلاس کی سب سے اچھی طالبہ تصور کی جاتی تھی۔ اب تو ایک سال سے اسے وظیفہ بھی مل رہا تھا مگر بیلا نے جس طرح ہر آڑے وقت

میں اس کا ساتھ دیا تھا' وہ قدم قدم پر اس کی شکر گزار رہتی۔ بیلا کو ایسی باتیں سخت کوفت میں مبتلا کرتی تھیں۔ کوک اور پینیز ختم ہو چکی تھیں۔ مدیحہ کے کندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اتنے اچھے موسم میں کوئی ایک ڈھنگ کی بات تمہیں نہیں سوجھ رہی۔ آؤ دیکھیں اب کوئی پیریڈ ہو رہا ہے یا گھر چلیں واپس۔"

بریک ختم ہونے کی بیل ہو چکی تھی اور لڑکیاں کلاسز کی طرف ہی جا رہی تھیں۔

اگلے ہفتے سے امتحانی تیاری کے لیے دی جانے والی چھٹیاں بھی شروع ہونے والی تھیں۔

گھٹا اس وقت بھی گہری ہو رہی تھی' جب وہ لوگ گھر جانے کے لیے گیٹ کی طرف آ رہی تھیں۔ آج بیلا کو مدیحہ کو بھی اس کے گھر ڈراپ کرنا تھا۔ صبح ہی اسے پانی سے لبالب ہوتی سڑک کے کنارے کھڑا دیکھ کر وہ یہ فیصلہ کر چکی تھی۔ مدیحہ بے چاری منع بھی کرتی رہی۔

"بہت الٹا چکر پڑ جائے گا تمہیں' میں خود ہی چلی جاؤں گی' آخر آئی بھی تھی۔"

مگر اس نے ایک نہ سنی۔

"آخر تمہاری امی بھی تو ہیں' کتنی ہمت سے تمہارے والد کے انتقال کے بعد گھر کو سنبھالے بیٹھی ہیں اور بزنس بھی کر رہی ہیں' ایسی عظیم خواتین تو بہت ہی کم ہوتی ہیں بیلا! میرے دل میں تمہاری امی کے لیے بہت عقیدت ہے۔"

جب گاڑی مدیحہ کے گھر کی طرف جا رہی تھی تو وہ مستقل بیلا کی والدہ کی مدح سرائی کرتی رہی۔ بیلا دل ہی دل میں سخت شرمندہ ہوتی' کن اکھیوں سے گاڑی چلاتے ہوئے ارشاد کی طرف دیکھے گئی۔

"معلوم نہیں وہ اندر ہی اندر کتنا ہنس رہا ہو گا۔" اس نے اندازہ لگانا چاہا مگر مایوسی ہوئی۔ وہ بالکل سپاٹ سا چہرہ لیے گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس طرح کی رازداریاں برتنے کا اسے وسیع تجربہ تھا۔ وہ پھر بھی موضوع بدلنے کی ہر ممکن کوشش کرتی رہی۔

"ان کے ہاں مردوں کے بجائے عورتوں کی کمائی کا ہی رواج ہے۔" اپنی زندگی سے جڑی اس تلخ ترین حقیقت کو مدیحہ جیسی عزیز ترین دوست کے آگے بھی آشکار کرنے کی اس میں آج تک ہمت نہ ہوئی تھی۔

مدیحہ کے بہن بھائی گھر کے باہر کھڑے پانی میں کاغذ کی کشتیاں بنا کر چلانے کے شغل میں مصروف تھے۔ مدیحہ کو گاڑی سے اترتا دیکھ کر وہ سب "آپا آ گئیں" کا نعرہ لگاتے ہوئے اسی کی طرف دوڑ کر آنے لگے۔

"اب تم پانچ منٹ کے لیے اندر چلی چلنا' ورنہ امی کو یہی فکر ہو جائے گی کہ معلوم نہیں گاڑی میں اور کون تھا۔" مدیحہ نے سرگوشی کی تو وہ اس کے ساتھ ہی اتر گئی۔

پرانی طرز پر بنا ہوا اسی گز کا چھوٹا سا مکان گلی کے کونے پر ہی واقع تھا۔ چھوٹے سے گیٹ پر کسی زمانے میں کریم کلر رہا ہو گا' اب تو جگہ جگہ سے زنگ آلود لوہا جھانک رہا تھا۔

اپنے مکینوں کی حالت بیان کرتے بالکل ہی "معمولی" سے گھر میں قدم رکھتے ہوئے بیلا ہمیشہ ہی سخت گھبراہٹ کا شکار ہونے لگتی۔ اس کا کہیں بھی آنا جانا نہ ہونے کے برابر ہی تھا۔ لے دے کر بس وہیں بلڈنگ کے چند گھروں میں' برادری کی "خالاؤں' پھپھو" کے گھر' اسے اور ڈری کو کہیں بھی بھیجتے ہوئے اماں اور نانی نے ہمیشہ ہی خاص دھیان رکھا تھا۔

مدیحہ کا گھر اس کے لیے آج تک پہلا اور آخری گھر تھا جو ایک بالکل عام سیدھا سادا سا شریف گھرانہ تھا۔ بیلا کے ملامتی پس منظر سے یکسر مختلف قصوروار نہ ہوتے ہوئے بھی وہ قصوروار تھی۔

✡ ✡ ✡

کل انگریزی "لازمی" کا پیپر تھا' پہلا پیپر۔ بیلا کو "ادب" پڑھنا ہمیشہ ہی بے حد بھاتا تھا' اردو اور انگریزی دونوں ہی۔ سو کم از کم ان مضامین میں اسے "ہسٹری" کی طرح رٹا لگانے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔

برابر والے کمرے میں سے آتی ہارمونیم کی آواز پر اس نے سر اٹھا کر گھڑی کی طرف دیکھا تو ٹھیک تین بج کر پانچ منٹ ہوئے تھے' ڈری کے استاد وقت کے پابند تھے اور روزانہ سہ پہر کو اسی وقت آیا کرتے تھے۔ چاہے امتحان ہوں یا ٹیسٹ۔ وہ ہارمونیم اور طبلے کی ان مانوس سی آوازوں کے ساتھ ہی پڑھنے کی عادی ہو چکی تھی مگر آج معلوم نہیں کیوں استاد جی اگلی طرف والے بڑے ہال کے بجائے بالکل ہی ساتھ والے کمرے میں ڈری کو ریاض کرانے کے لیے آ بیٹھے تھے۔ وہ کچھ چڑ سی گئی۔

اماں لاؤنج میں کھڑی مشتری کو کچھ ہدایات دے رہی تھیں۔

"میرا پیپر ہے کل اور آپ نے لے کر استاد جی کو برابر والے کمرے میں ہی بٹھا دیا۔ ان سے کہہ دیں کہ وہ لوگ ہال میں جا کر اپنا کام کریں۔"

اماں نے اپنی بات بیچ میں روک کر بادل ناخواستہ اس کی شکایت سنی اور پھر بڑی بے نیازی سے فوراً ہی رد بھی کر دی۔

"ہال کی اس وقت آرائش ہو رہی ہے' رات کو کچھ پروگرام پروموٹرز آ رہے ہیں۔ ان لوگوں کو وہاں بٹھانا ہے۔"

ڈری کو چھوٹے موٹے پروگرام ملنے تو شروع ہو گئے تھے مگر اماں اور نانی دونوں ہی نے اس کے لیے شروع سے بہت اونچے خواب دیکھ رکھے تھے۔

"تو آج آپ ڈری کی چھٹی کروا دیتیں' میرا ابھی تو سالانہ امتحان ہے' اس ٹاں ٹاں میں خاک پڑھا جائے گا کیا؟"

اماں کا چہرہ ایک دم ہی سرخ پڑ گیا۔

"بدبخت' بول تو سوچ سمجھ کر۔ ہماری روزی روزگار ہے یہ۔ اسی "ٹاں ٹاں" کی کمائی پر پل کر آج امتحان دینے کے قابل ہوئی ہے اور اسی کو حقارت کی نگاہ سے دیکھ رہی ہے۔ امتحان پاس کر کے پروفیسر لگنے والی ہے جو اتنا گھمنڈ ہے۔"

اسے نہ تو کبھی اپنی اس تھوڑی بہت تعلیم پر گھمنڈ ہوا تھا اور نہ ہی وہ اپنی "اوقات" سے منکر ہوئی تھی پھر بھی اماں کے الفاظ اور لہجہ دونوں ہی نے تازیانے کا کام دکھایا۔

جواب میں ایک لفظ بھی کہے بغیر وہ ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں سے انہیں دیکھے گئی۔

مگر وہ اکثر ہی بے رحم ہو جاتی تھیں' یہ بے رحمی ان کے پیشے کا اصول بھی تھی اور تجربے کی دین بھی۔

"گانے والی کی اولاد ہو' حسب نسب میں کوئی چاند ستارے نہیں ٹکے ہوئے ہیں جو لوگ تمہیں سر آنکھوں پر بٹھائیں گے۔ اب بھی وقت ہے' تھوڑی محنت سروں پر کرا لو تو کم از کم اپنے پیروں پر تو کھڑی ہو جاؤ گی۔"

آئینہ در آئینہ۔

اس کی زندگی میں اتنی ڈھیر ساری تلخ حقیقتیں سائے کی طرح ساتھ ساتھ تھیں کہ اس کا اپنا سایہ کہیں بھی نہیں تھا۔

وہ واپس اندر چلی آئی۔

اماں اور نانی جب بھی خفا ہوتیں' اسی طرح تاک تاک کر تیر چلاتیں' کوئی گھائل ہوتا ہے' کراہتا ہے' ان کی بلا سے۔

بہت دن بعد وہ تکیہ میں منہ چھپا کر بڑی دیر تک آنسو بہائے گئی۔ اپنی اس اوقات پر جو سو فیصد قدرت کی منتخب کردہ تھی۔ پاس کھلی پڑی کتاب میں شیلے کی نظم کی دو لائنیں جو اس نے ابھی ذرا ہی دیر پہلے انڈر لائن کی تھیں' کچھ اور مایوس کچھ اور اداس لگ رہی تھیں۔

معلوم نہیں کون کہاں کہاں آزمایا بھی جاتا ہے اور زخمایا بھی۔

✡ ✡ ✡

مدیحہ سے تقریباً مہینہ ڈیڑھ مہینہ بعد ملاقات ہو رہی تھی۔

امتحانی تیاریوں کے لیے جتنا عرصہ کالج بند رہے اتنے دن ملاقات کا سوال ہی نہیں تھا۔ مدیحہ کو تو خیر کالج کے علاوہ گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں تھی۔ خود بیلا کو بھی بے کار کی دوستیاں پالنے کی اجازت نہیں تھی اور وہ خود بھی کہاں چاہتی تھی مدیحہ کے گھر جانا۔ اماں اور نانی نے اسکول کے زمانے سے ہی سخت تنبیہہ کردی تھی کہ "خبردار جو کسی لڑکی سے زیادہ بہناپا جوڑا یا اسے گھر کا راستہ دکھایا۔"

پھر بھی نہ جانے کیسے اسے مدیحہ کی دوستی نصیب ہو ہی گئی تھی۔

اچھی بات یہ تھی کہ مدیحہ کے گھر فون تک نہیں تھا۔ اس کے ابّا کے حالات یہ سہولت بھی افورڈ نہیں کرسکتے تھے۔ یوں بیلا بھی اماں اور نانی کی تفتیش سے بچی رہتی، اب بچا تھا ارشاد (ڈرائیور) سو وہ اتنا پرانا اور اتنا سمجھ دار تھا کہ ایسی بے ضرر سی باتوں کو نانی اور اماں تک پہنچانا ضروری خیال نہیں کرتا تھا۔

پیپر دونوں ہی کا حسبِ توقع اچھا ہوا تھا۔

"ان چھٹیوں میں خالہ ہو کر گئی ہیں، وہ لوگ یہیں شفٹ ہونا چاہ رہے ہیں، کہہ رہی تھیں کہ یاور کوشش میں لگا ہوا ہے اپنا ٹرانسفر کروانے کے لیے۔"

مدیحہ بہت دنوں بعد اتنی خوش نظر آرہی تھی، خود بیلا کو بھی اسے خوش دیکھنا بڑا اچھا لگ رہا تھا۔

"دیکھا تم خوامخواہ ہی فکریں سوار کیے ہوئی تھیں۔ کتنا خیال کرنے والے لوگ ہیں، تمہیں اپنے گھر سے بھی دور نہیں ہونا پڑے گا۔"

"خیر، گھر میں تو میرے لیے دیدہ و دل فرشِ راہ کیے کوئی منتظر نہیں بیٹھا ہوگا، لیکن اگر ایسا ہی ہوگیا تو پھر مجھے سب سے بڑی تسلی تو یہ ہوگی کہ کم از کم تم دور نہیں ہو پھر تو میں تمہارے گھر بھی خوب آیا کروں گی۔"

بیلا مروتاً بھی ہاں میں ہاں نہ ملا سکی۔ الٹا ایک تکلیف دہ خیال دل کو بہت قریب سے چھوتا ہوا گزر گیا۔

"یقیناً اب میری اور مدیحہ کی دوستی صرف کچھ عرصے کی ہی بات رہ گئی ہے۔"

سر کو ہلکے سے جھٹکتے ہوئے اس نے اس وقت صرف مدیحہ کی خوشی کو انجوائے کرنا چاہا۔

"اب کیا پروگرام ہے، میرا مطلب ہے تمہاری شادی کا؟"

مدیحہ کی مسکراہٹ تھوڑی سی ہلکی پڑی۔

"امی اور ابا وغیرہ تو بہت زور دے رہے تھے ان پر لیکن خالہ کہہ رہی ہیں کہ یاور ابھی تیار نہیں ہے۔ ابھی کچھ عرصہ اور لگ ہی جائے گا۔ چلو اچھا ہے میرا فائنل ایئر بھی مکمل ہو جائے گا۔"

اس نے شاید خود کو ہی تسلی دی تھی۔ خالہ اس کے لیے کچھ تحفے تحائف بھی لائی تھیں۔ ملتانی سوٹ، کھسے وغیرہ یاور نے کبھی الگ سے کوئی تحفہ خصوصی طور پر اس کے لیے بھجوانے کی زحمت ہی نہیں کی تھی۔

"خالہ، یاور کی کوئی تصویر لائیں یا نہیں؟" بیلا کو بڑا اشتیاق تھا کہ سالوں پرانی منگنی کی تصاویر میں سانولا سا دبلا پتلا لمبا سا نوعمر لڑکا اب اتنا وقت بیت جانے کے بعد کیسا دکھتا ہے۔

مگر وہ اس بار بھی یہی "اہم" چیز بھول آئی تھیں۔

"دراصل کوئی ان سے کہتا بھی تو نہیں ہے۔ امی کو دلچسپی نہیں اور بہن بھائی تو چھوٹے بھی ہیں اور لاپروا بھی۔ اب میں خود اپنے منہ سے کہتی ہوئی تو اچھی نہیں لگوں گی نا!"

مدیحہ نے اٹکتے ہوئے صفائی پیش کی۔ دل ہی دل میں ایک ہلکا سا دکھ اس بات کا بھی تھا کہ خود کبھی یاور نے بھی ایسے کسی اشتیاق کا اظہار نہیں کیا تھا۔

"شاید اس کا کبھی دل ہی نہیں چاہتا ہوگا کہ وہ بھی مجھے دیکھے۔" مدیحہ کا دل اداس ہونے لگا۔

کالج خالی ہونے لگا تھا، لڑکیاں عام دنوں میں تو گھنٹوں رکی رہتی تھیں مگر امتحان کے زمانے میں سب ہی کو جلدی رہتی تھی۔

ارشاد گاڑی لیے باہر منتظر تھا۔ بیلا نے مدیحہ کو گھر تک چھوڑنے کی آفر بھی کی مگر اس نے منع کردیا۔

"روز روز تم چھوڑنے جاؤ گی تو بھی امی کو اعتراض ہوگا۔ اس دن بھی کہنے لگیں کہ کالج کا تو بہانہ ہے، لڑکیاں نہ جانے کہاں کہاں سیر کرتی پھرتی ہیں۔"

ارشاد جس وقت گاڑی اسٹارٹ کر رہا تھا بیلا نے دیکھا، مدیحہ سڑک پار کرکے دوسری طرف جا رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

فضا میں پرفیوم اور ایئر فریشنر کی ملی جلی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ بڑا دل فریب سا احساس تھا۔ بیلا نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے اس احساس کو بہت نزدیک سے محسوس کیا۔

سامنے والے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا، خوشبو کا یہ ریلا وہیں سے برآمد ہو رہا تھا۔ اندر دُری، مشتری پر برس رہی تھی۔

"عقل تمیز چھو کر نہیں گزری، معلوم نہیں نانی کہاں سے پکڑ کر لائی تھیں۔ کبھی ڈھنگ کے گھروں میں کام کیا ہو تو کچھ پتہ بھی ہو۔"

"ڈھنگ کے گھر۔" بیلا کو بے ساختہ ہنسی آگئی۔ ایسی ہنسی جس کا اختتام دل کو ایک مانوس سے درد سے آشنا کر رہا تھا۔

"دُری کے نزدیک "ڈھنگ کے گھر" کی معلوم نہیں کیا تعریف ہوگی۔" آنکھ میں آتی نمی کو اس نے انگلی کی پور پر جذب کیا۔

نانی اپنے کمرے سے اسی شور شرابے کو سن کر نکلی تھیں۔ اپنے کمرے کے دروازے پر ایک پل کے لیے رُک کر انہوں نے سامنے راکنگ چیئر پر ست سی بیٹھی بیلا پر نظر ڈالی اور پھر معاملہ سمجھ میں آتے ہی سیدھی دُری کے کمرے میں چلی گئیں۔

"کیا آفت آرہی ہے، کچھ خیال ہے نیچے تک آوازیں جا رہی ہوں گی۔ کم از کم تمہیں تو یہ زیب نہیں دیتا دُرِ نجف!"

نانی کے آگے سب کی بولتی بند ہو جاتی تھی، دُری کو بھی خاموش ہونا پڑا۔

"یہ جو آس پاس بیچ گھرانے آکر بس گئے ہیں، ان ہی کی عورتوں کے طور طریقے سیکھتی جا رہی ہو تم بھی۔ جاؤ مشتری! تم جاؤ یہاں سے۔"

نانی کو اپنے وضع کردہ ماحول اور گفتگو کی شائستگی کا ہر بات سے بڑھ کر خیال رہتا تھا۔ دُری چیخ چیخ کر بولنے کی عادت میں مبتلا تھی، اسی لیے روزانہ ہی ان کی خفگی کو اسے سہنا پڑتا۔

مشتری مسکراہٹ دباتے ہوئے دری کے کمرے سے باہر نکل رہی تھی۔ بیلا نے ہاتھ کے اشارے سے سبب پوچھا تو حسبِ عادت اس کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"باجی کے مہمان تشریف لائے تھے، میں نے باہر سے ہی رخصت کردیے۔ باجی کو اس وقت پروگرام ریکارڈ کرانے جانا تھا نا اسی لیے۔" مشتری کے انداز لاکھ احمقانہ محسوس ہوتے ہوں لیکن وہ بہرحال نانی کی تربیت یافتہ تھی۔ معاملات کی سوجھ بوجھ بہت اچھی طرح تھی۔ بیلا کو اطلاع دے کر وہ کچن کی طرف چلی گئی۔

بیلا کو یاد آیا کہ رات نانی اور اماں کسی اسٹیج کے پروگرام پروموٹر کا ذکر کر تو رہی تھیں جس کی طرف دُری کا جھکاؤ، ان دونوں کے لیے تھوڑا سا پریشان کن ثابت ہو رہا تھا۔

اندر سے اب صرف نانی کے بولنے کی آواز آرہی تھی۔ دُری، اماں کے سامنے کتنی بھی زبان چلا لیتی، پر نانی کے سامنے بالکل خاموش رہتی تھی۔

نانی کا ادب ساری بلڈنگ والیاں کرتی تھیں، پرانی رہنے والیاں جن سے دور قریب کی رشتے داریاں جڑی تھیں، وہ بھی اور نئی بسنے والیاں بھی جن سے نانی خود سخت بیزار رہتی تھیں۔ چند منٹ بعد وہ دُری کے کمرے سے نکلیں تو سیدھی بیلا کی طرف چلی آئیں۔

"آج تمہاری ماں کو کچھ ضروری خریداری کے لیے بازار جانا پڑا ہے۔" بیلا کو علم تھا پھر بھی انہوں نے اسے مطلع کرنا ضروری سمجھا۔

"دُرِ نجف کو آج اپنے گیت ریکارڈ کرانے ہیں، ایسا کرو تم اس کے ساتھ چلی جاؤ۔ ارشاد وہیں رہے گا تم لوگوں کے ساتھ۔ تمہاری ماں کو فرصت ہوگئی جلدی تو شاید وہ خود بھی وہاں پہنچ جائے۔" بیلا کے چہرے پر پھیلتی بیزاری کو ذرا بھی توجہ دیے بغیر انہوں نے اس کا آج کا ٹائم ٹیبل سیٹ کیا۔

"لیکن نانی! میں کیا کروں گی اتنی دیر وہاں، آپ مشتری کو بھیج دیں دُری کے ساتھ۔" مگر نانی کا کہا حرفِ آخر ہوا کرتا تھا، سو اسے بھی اٹھنا ہی پڑا۔ اب امتحان بھی ختم ہو چکے تھے۔ ہاتھ میں کوئی بہانہ ویسے بھی نہیں رہا تھا۔

لائٹ پرپل کلر کا سادہ سا پرنٹڈ سوٹ پہن کر وہ جب لاؤنج میں آئی تو دُری تیار کھڑی تھی۔ کم از کم دو بنیادی باتیں تو اس نے ضرور ہی نانی سے سیکھی تھیں۔ ایک شکل اور دوسری پہننے اوڑھنے کا ذوق، خوبصورت لباس، قیمتی زیورات، پُرکشش نظر آنا اس کا شوق بھی تھا اور ضرورت بھی۔

"کپڑے تو تم ذرا اچھے پہن لیتیں بیلا! وہاں سب لوگ تمہیں میری بہن کی حیثیت میں ہی دیکھیں گے نا تو انہیں کتنا فرق سا لگے گا۔"

وہ عام طور پر بیلا پر تنقید کیا تو نہیں کرتی تھی مگر شاید اس

وقت وہ خود بھی زیادہ ایکسائیٹڈ ہو رہی تھی۔
مگر نانی' بیلا کی طرف سے مطمئن تھیں۔ "بیلا کے کپڑے صحیح ہیں' ویسے بھی پروگرام تمہارا ریکارڈ ہونا ہے۔"

نانی کا کہا کافی تھا۔ بیلا نے سکون کا سانس لیا۔ تنگ سے زینے سے اتر کر جب وہ دونوں نیچے جا رہی تھیں اس وقت تک پوری بلڈنگ میں زندگی جاگ چکی تھی۔ کھلے' ادھ کھلے دروازوں کے آگے کھڑی جھانکتی ہوئی لڑکیاں اور عورتیں۔

ہر ایک نے ہی حسبِ توفیق کوئی نہ کوئی فضول اور بے ہودہ سا مذاق کرنا فرض سمجھا۔

"لگتا ہے آج تو کسی کی بھی خیر نہیں' ایک ساتھ دو دو بجلیاں۔"

"بہت اونچی ہواؤں میں اڑ رہی ہے دُری' دھیان رکھ کہیں کوئی پر کترنے والا نہ مل جائے۔"

بیلا روزمرہ کی آمد و رفت میں تیزی سے سیڑھیاں اترتی' چڑھتی چلی جاتی تھی۔ زیادہ سے زیادہ سرسری سے انداز میں سلام کر لیا اور بس مگر دُری کا انداز اور ہی تھا۔

اس سارے "خراجِ تحسین" پر وہ بڑی خوش خوش ہر ایک کو چند منٹ کی توجہ سے تو ضرور ہی نواز رہی تھی جس پروگرام کی ریکارڈنگ کے لیے وہ پچھلے ایک ہفتے سے ریہرسل کر رہی تھی' اس کی اطلاع سب کو ہی تھی۔

"کس دن چلے گا تمہارا پروگرام' پکا پتہ کر کے آنا۔"

دُری سب کو ہی اطمینان دلاتی گاڑی میں آ بیٹھی اور پیچھے خفا خفا سی بیلا بھی۔

"تم بھی نا دُری! کتنا منع کرتی ہیں نانی کہ یہاں ہر ایک ملنے کے قابل نہیں ہے پھر بھی تمہیں خیال نہیں ہوتا' کتنے برے انداز میں بولتی ہیں سب کی سب۔"

دُری زور سے ہنس پڑی' اسے اس کوفت کا اندازہ ہی نہیں تھا جو بیلا کو اپنے متعلق کہے گئے فقروں کو سن کر ہوئی تھی۔

"سب کی سب مرعوب رہتی ہیں ہمارے گھرانے سے اور پھر آج تک کسی کو ٹی وی پروگرام کرنا نصیب بھی تو نہیں ہوا۔"

قابلِ فخر ٹھہرنے کا پیمانہ ہر شخص کا ہی شاید کہیں نہ کہیں جدا ہی ہوتا ہے۔

"اور کیا پتہ اس ملامت زدہ ماحول میں رہنے والی ان عورتوں کے پاس بھی خود پر فخر کرنے کے لیے ایسا کچھ ہے جس کے بل پر یہ کھلکھلا کر بار بار اس مہذب معاشرے پر ہنسے ہی جاتی ہیں۔"

ایک چبھتا ہوا خیال جو دل میں اٹھ رہا تھا' اسے جھٹکتے ہوئے وہ دُری کی طرف متوجہ ہوئی مگر وہ اس وقت دوسری ہی مصروفیت میں گھری ہوئی تھی۔

"میں بہت شرمندہ ہوں' آپ گھر تک آئے بھی اور ملاقات نہ ہو سکی۔ اصل میں کچھ ایسا تھا کہ......"

ملائم اور شائستہ لہجے میں وہ جس انداز میں وہ یہ گفتگو فرما رہی تھی' بیلا کو سمجھنے میں پل بھی نہ لگا کہ دوسری طرف وہی پروگرام پروموٹر ہے جس سے اماں اور نانی کو خطرہ لاحق ہو چکا ہے۔

ایک گہری سانس لیتے ہوئے وہ باہر دیکھنے لگی۔ نانی لڑکیوں کے موبائل رکھنے کی اب تک مخالف تھیں لیکن جب سے دُری کے پاس چھوٹے موٹے اسٹیج پروگرام آنے لگے تھے' انہیں اس کی اجازت دینا پڑی تھی۔

"نہیں نہیں' وہ لڑکی تو ملازمہ ہے ہماری۔ یوں ہی بے چاری بے وقوف سی ہے۔ کمال ہے اسے آپ میری بہن کیسے سمجھے۔ میری بہن تو ابھی کالج میں پڑھ رہی ہے' گریجویشن کر رہی ہے۔" اپنے ذکرِ خیر پر اس نے ایک بار پھر گردن گھما کر دُری کی طرف دیکھا۔

ایک ہاتھ میں موبائل تھامے اور دوسرے ہاتھ سے اپنے خوبصورت اسٹریکنگ ہوئے بالوں کو پیچھے کرتے ہوئے وہ مستقل مسکرائے جا رہی تھی۔ تازہ تازہ ملنے والی کامیابیوں نے اس کے چہرے پر خوشی اور اعتماد دونوں ہی کا عکس چھوڑنا شروع کر دیا تھا۔ دوسری طرف سے نامعلوم اسے کس کس طرح سراہا جا رہا تھا جو اس کی مسکراہٹ گہری مزید گہری ہوتی جا رہی تھی۔

فاصلہ زیادہ اور جگہ جگہ بند ٹریفک سگنل' سفر طویل تر ہوتا جا رہا تھا۔ خدا خدا کر کے دُری کی ٹیلی فونک گپ شپ ختم ہوئی۔

"ساری دنیا میں پاکستانی فنکاروں کو متعارف کرا رہا ہے۔ دبئی' شارجہ' یورپ' امریکہ' سال میں کتنے ٹرپ کر لیتے ہیں لوگ اسی بہانے' مگر اماں اور نانی کو تو جیسے خوامخواہ کی چڑ ہو گئی ہے عاطف سے۔ اب صبح ہی کی بات لو۔ اس کمبخت مشتری کی بچی نے یقیناً ان ہی لوگوں کی ہدایت پر اسے باہر کے باہر ہی رخصت کر دیا۔"

اپنے "پروفیشن" سے جڑی تازہ صورت حال سے بیلا کو آگاہ کرتے ہوئے اس نے اماں اور نانی کی سمجھ پر بھی افسوس کا اظہار کیا۔

بیلا کو اس قسم کے نفع نقصان کی نہ تو سمجھ تھی اور نہ ہی دل چسپی۔ دُری کی بات کو ان سنی کر کے وہ اکتائے ہوئے انداز میں اس کے پروگرام کی بابت پوچھنے لگی۔

"کتنی دیر لگے گی تمہیں یہاں۔ کیا پورا پروگرام آج ہی ریکارڈ ہو جائے گا؟"

دُری تھوڑی سی بد مزہ تو ہوئی مگر موضوع پھر بھی اس کی دل چسپی کا ہی تھا۔

"یہ تو وہاں جا کر ہی پتہ چلے گا۔ تین گیت اور دو غزلیں ریکارڈ ہوں گی۔ پانچوں میں الگ ڈریسنگ' الگ ہیر اسٹائل ہو گا' سیٹ بھی تبدیل ہوں گے۔ میرا تو خیال ہے کہ ہمیں رات ہی ہو جائے گی اور شاید پھر کل بھی آنا پڑے۔"

"اچھا...." اسے جیسے بڑی مایوسی ہوئی۔ "میرا تو خیال تھا کہ بس دو ڈھائی گھنٹے میں فارغ ہو جائیں گے۔"

"تمہیں کام کا اندازہ کب ہے اور یہ تو میری تربیت بڑی پرفیکٹ ہے' ورنہ کئی نئی گانے والیاں تو ڈائریکٹر کے لیے بس دردِ سر بن جاتی ہیں۔ میری تو وہاں سب بڑی تعریف کر رہے تھے کہ سر اور لے پر بہت ہی پختہ عبور ہے۔"

بیلا سر ہلائے گئی۔ اسے یقین بھی تھا کہ جو کچھ بھی دُری کہہ رہی ہے' یقیناً درست ہی ہو گا۔ آخر کو اس کی تربیت پر نانی اور اماں دونوں کی خصوصی توجہ ہر ہر قدم پر ساتھ رہی تھی۔

"تم بس آرام سے بیٹھ کر ریکارڈنگ دیکھنا' بڑا مزہ آئے گا تمہیں۔ تمہاری بھی سب بہت آؤ بھگت کریں گے' آخر کو میری بہن ہو۔"

بیلا خاموش ہی رہی۔ اس طرح کی مصروفیات میں اس کے لیے ذرہ بھر بھی کوئی کشش تھی اور نہ ہی دُرِ نجف کی سرپرست بن کر اپنی آؤ بھگت کروانے کو اس کا دل مچلا جا رہا تھا۔ یہ تو بس ایک ڈیوٹی تھی جو نا چاہتے ہوئے بھی اسی کے گلے آ پڑی تھی اور وہ یہ سب دُری کی دل شکنی کے خیال سے اس سے کہہ بھی نہیں سکتی تھی۔

پروڈکشن "ہاؤس" والوں نے دُری کے گانوں کی ریکارڈنگ کے لیے ایک بہت پرانی طرز کی عمارت کا انتخاب کیا تھا۔ ارشاد اتنے دن سے وہاں جاتا رہا تھا۔ سو گاڑی سیدھی لکڑی کے بڑے سارے پھاٹک کے سامنے

روکی۔ یہاں ان ہی کا انتظار کیا جا رہا تھا۔ سو گاڑی کو فوراً ہی اندر آنے کا اشارہ مل گیا۔ پختہ پتھروں کے صحن میں گل مہر کے درخت ایک قطار میں سر اٹھائے کھڑے تھے۔

بیلا کو اندر داخل ہوتے ہی اندازہ ہو گیا کہ باہر سے چھوٹی دکھائی دینے والی یہ عمارت اصل میں اتنی بھی چھوٹی نہیں ہے۔ وسیع صحن کے بیچوں بیچ پتھروں سے بنا ہوا نہایت خوبصورت فوارہ بنا تھا جس کے چاروں کونوں پر ایستادہ مجسمے بنانے والوں کی فنکارانہ مہارت کی گواہی دے رہے تھے۔

"معلوم نہیں کس وقت میں کن ہاتھوں نے انہیں تراشا ہوگا اور کن کن نگاہوں سے یہ سراہے گئے ہوں گے۔ اب تو وہ سب ہی کب کے زمین کا رزق ہوئے۔"

صحن سے گزر کر اونچی سیڑھیوں والے برآمدے کی طرف جاتے ہوئے وہ ایک دم ہی اداس ہونے لگی مگر یہاں توجہ کھینچنے کے لیے اور بھی بہت کچھ تھا۔

دُری کو خوش آمدید کہنے کے لیے چند لوگ سیڑھیوں سے نیچے اتر آئے تھے۔

"سب کچھ ریڈی ہے' بس آپ ہی کا انتظار تھا اور ہمیں خوشی ہے کہ آپ نے وقت کی پابندی کا خاص خیال رکھا۔"

کوئی بہت نرم اور مہذب لہجے میں کہہ رہا تھا۔

بیلا کی ساری توجہ طویل برآمدے کے اوپر لکڑی کی جالیوں والے خوبصورت جھروکوں پر تھی پھر بھی اس لہجے میں کچھ ایسا تو تھا کہ وہ بطورِ خاص اپنے سامنے کھڑے اس شخص کو دیکھنے پر مجبور ہوئی۔

"ایک پروفیشنل آدمی کی سب سے بڑی خوبی اسی سے ظاہر ہوتی ہے درِّ نجف بی بی! اسی سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے کام سے کتنا مخلص اور کتنا سنجیدہ ہے۔ حالانکہ ہم تخلیقی کام کرنے والوں کی روزمرہ زندگی بڑی غیر منظم سی ہوتی ہے۔ وقت کے کسی نپے تلے حساب کتاب پر ہم سے چلا ہی نہیں جاتا لیکن پھر بھی آپ کا بے حد شکریہ کہ آپ نے ہمارا اور اپنا دونوں ہی کا وقت ضائع ہونے سے بچایا۔"

چند لمحے تو بیلا فیصلہ نہ کر پائی کہ سامنے کھڑے اس دراز قامت شخص کے لہجے کی شائستگی اور ستھرا پن زیادہ متاثر کن ہے یا اس کی آواز۔

"یہ میری چھوٹی بہن بیلا ہے عباس صاحب! پڑھ رہی ہے ابھی۔"

دُری اس وقت بڑی مودب سی نظر آ رہی تھی۔ اس یک طرفہ تعارف میں اس نے صرف اسے بیلا کے بارے میں متعارف کرانا ضروری سمجھا۔ خود بیلا کے لیے وہ ابھی بھی معمہ تھا۔

"کوئی اونچے کمپوزر ہیں' پروڈکشن ہاؤس کے مالک یا....." وہ ٹھیک طرح اندازہ نہیں لگا پائی تھی۔

"کمال ہے' لگ تو بالکل بھی نہیں رہی ہیں کہ آپ کی حقیقی بہن ہیں۔ میرا مطلب ہے کہ بہت مختلف لگ رہی ہیں۔" محض اس خیال سے کہ وہ کہیں برا نہ مان جائے۔ عباس نے فوری وضاحت بھی کر دی مگر پھر بھی اس وقت تک وہ ٹھیک ٹھاک برا مان چکی تھی۔ سو مروتاً بھی نہ مسکرائی۔ سخت سی شکل بنائے برآمدے کے کالے سفید شطرنجی ٹائلوں والے فرش کو تکتی رہی۔

دُری نے فی الوقت ڈریسنگ روم کے طور پر استعمال ہونے والے خوبصورت کمرے میں داخل ہوتے ہی اسے آڑے ہاتھوں لیا۔ "عباس صاحب تمہارے بارے میں بات کر رہے تھے تو تم ان کی طرف دیکھ تک نہیں رہی تھیں۔"

"کیوں' بہت ضروری ہے کیا؟ مجھ سے نہیں ملائی جاتی ہر وقت دوسروں کی ہاں میں ہاں اور خاص طور پر اس وقت جبکہ وہ میرے متعلق ہی بات کر رہے ہوں۔" وہ بدستور خفا تھی۔

دُری کو تھوڑی سی حیرت ہوئی۔ بیلا عموماً کسی سے بھی خفا نہیں ہوتی تھی۔ یہ مزاج خود اس کا تھا۔ ریکارڈنگ کا وقت قریب تھا اور اسے ابھی تیار بھی ہونا تھا۔ ایک معروف بوتیک کی وارڈروب سے اس کے لباس کا انتخاب کیا گیا تھا اور یہ سارے مرحلے گزشتہ ہفتے ہی فائنل کیے جا چکے تھے۔

بیلا چاروں طرف ایک سرسری سی نگاہ ڈال کر دیوار کے ساتھ لگا کر بچھائے ہوئے صوفے پر آ بیٹھی۔ بائیں ہاتھ کی دیوار میں ایک اور دروازہ کسی دوسرے کمرے میں کھل رہا تھا۔ مدیحہ اندر جا چکی تھی۔ ادھ کھلے دروازے سے وہاں کا منظر بھی کچھ کچھ دکھائی دے رہا تھا۔ وہ کمرہ بھی کم و بیش اسی جیسا ہی تھا۔

قد آدم شیشوں والی دیوار گیر الماریاں جن پر اطراف کے بارڈر پر ہندی دیومالائی کردار اور واقعات پینٹ تھے۔

"یہ گھر یقیناً تقسیم سے قبل کسی ہندو تاجر یا جاگیردار

ٹائپ شخص کا رہا ہوگا۔" بیلا بیٹھی سوچ گئی۔

یہاں غیر متعلقہ لوگوں کا آنا جانا شاید بالکل ہی ممنوع تھا۔ سوائے میک اَپ ایکسپرٹ اور ان کی مددگار لڑکیوں کے علاوہ اور کوئی بھی نہیں تھا۔ بیلا کے کرنے کے لیے یہاں کچھ بھی نہیں تھا۔

گولڈن براؤن رنگ کا وال کلاک بالکل سامنے والی دیوار پر نصب تھا۔ ٹک ٹک ٹک۔

دو اونچی اونچی عام سائز سے کافی بڑی کھڑکیاں سامنے کے رخ پر کھل رہی تھیں جن کے شیشوں پر سفید جالی کے پردے گرے ہوئے تھے اور آگے کی طرف ہلکے گلابی رنگ کے کسی بہت ہی ملائم کپڑے کے پردے خوبصورت فال بنا کر اطراف میں باندھے گئے تھے' چھتوں اور دیوار کے بارڈر بے حد خوبصورت میناکاری قدیم وضع کی قندیل نما لائٹیں' فرش پر بچھے دبیز قالین اور..... اور بھی بہت کچھ۔ بیلا بڑی فرصت سے ایک ایک چیز کا جائزہ لینے لگی۔ ماحول کی خوبصورتی' رہنے والوں کے ذوق کی آئینہ دار تھی۔

"اور مدتوں پہلے معلوم نہیں کن پری پیکر لڑکیوں کے زیر استعمال یہ سب کچھ رہا ہوگا۔"

بیلا نے جیسے بہت قریب سے نرم گلابی ہاتھوں کو ان باریک ملائم پردوں کو سمیٹتے گرہ باندھتے محسوس کیا۔

باہر دروازے پر کوئی دستک دے رہا تھا' ناچار اسے بھی واپس آنا ہی پڑا۔

ایک معاون لڑکی دروازے کی طرف جا رہی تھی۔ واپس پلٹی تو اس کے ہاتھ میں ایپل جوس کے لبریز ہوتے گلاسوں سے سجی ٹرے تھی۔ دُری ابھی تک اندر والے کمرے میں ہی تھی۔

"آپ چاہیں تو اندر آ کر بیٹھ جائیں' جہاں درِّ نجف کا میک اَپ ہو رہا ہے۔"

معاون لڑکی نے خوش اخلاقی سے مسکراتے ہوئے جوس کا گلاس اسے تھماتے ہوئے کہا تو وہ جواباً ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ "بس شکریہ" کہہ کر رہ گئی۔

میک اَپ' زیورات' زرق برق ملبوسات کبھی بھی اس کے لیے اس درجہ پرکشش ثابت نہیں ہوئے تھے کہ وہ انہیں اپنے خوابوں کا حصہ بناتی۔

دُری خوبصورت تھی اور تھوڑی سی توجہ کے بعد وہ کتنی حسین دکھائی دے سکتی ہے۔ اس کا بھی اسے بالکل ٹھیک ٹھاک اندازہ تھا۔ سو وہاں بیٹھ کر اسے اشتیاق بھری نگاہوں سے تکنے کا موڈ بالکل بھی نہیں تھا۔ یہ کمرہ ایک خوبصورت گوشۂ عافیت ثابت ہوا تھا' جہاں اور کچھ نہیں تو دلکش اندازے تو لگائے ہی جا سکتے تھے۔

گھونٹ گھونٹ کر کے ایپل جوس ختم کرتے ہوئے اسے اتنا احساس تو ہو ہی چکا تھا کہ یہ لوگ جن کے ساتھ دُری کام کر رہی ہے۔ حقیقتاً" بے حد مہذب اور تعلیم یافتہ لوگ ہیں' تب ہی اسے پھر اپنے اوپر کیا گیا "اظہارِ حیرت" یاد آیا۔

"لگتا ہی نہیں کہ آپ کی بہن....." سامنے دیوار گیر الماری کے شیشے میں عکس نظر آ رہا تھا۔

سادہ سا پرنٹڈ سوٹ' میک اَپ کے نام پر ہونٹوں پر لگی ہلکی سی لپ اسٹک اور کیچر کی قید سے آزاد ہوئی چہرے کے اطراف میں جھولتی بالوں کی ایک آدھ لٹ۔

"وہ واقعی دُری سے کتنی مختلف دکھائی دیتی ہے۔"

پوری ایمانداری کے ساتھ اس نے جیسے خود سے اعتراف کیا اور بے ساختہ ہی دھیرے سے ہنس دی۔ "بھلا اس میں برا ماننے والی بات تھی بھی کیا؟"

ہلکے سے سر جھٹک کر اس نے اپنی بے وقوفی پہ سرزنش کی' تب ہی دُری بھی تیار ہو کر باہر نکل آئی۔

گولڈن کلر کی بھاری کام والی پشواز میں وہ پچھلے دور کی شہزادی کا روپ لیے کھڑی تھی۔

دُری اچھی تو لگتی ہی تھی مگر اس وقت میک اَپ ایکسپرٹ نے بھی کمال کر دکھایا تھا۔

بیلا نے دونوں ہی کی تعریف کر دی۔

باہر ساری تیاری مکمل تھی' پہلا گیت عمارت کے مرکزی ہال میں شوٹ کیا جانا تھا۔ اندر قدم رکھتے ہی اندازہ ہو جاتا تھا کہ دیگر کمروں کی نسبت یہاں بہت زیادہ تام جھام تھا۔

اونچی سی چھت سے نیچے آتے بڑے بڑے جھاڑ فانوس' دیواروں پر آویزاں قدیم پینٹنگز' جگہ جگہ رکھے آرٹ پیسز اور سرخ اور سفید پھولوں کے ساتھ کی گئی آرائش۔ دُری دبیز قالین پر قدم رکھتی اب ہال کے وسط کی طرف جا رہی تھی' بیلا دروازے میں ہی رک گئی۔ یہاں اچھی خاصی ہڑبونگ مچی ہوئی تھی۔ کیمرے' لائٹیں' چیزوں کا رکھنا اٹھانا۔

اس کی ہمت ہی نہیں ہو پائی کہ وہ بھی دُری کی طرح آرام سے وہاں بیچوں بیچ جا کر کھڑی ہو جائے۔ تب ہی

ان سب لوگوں کے بیچ میں اسے ایک بار پھر عباس کھڑا دکھائی دے گیا۔ ایک ساتھ کئی اطراف اپنی توجہ مرکوز کیے وہ مستقل ہدایت پر ہدایت دیے جا رہا تھا اور کوئی شک نہیں کہ سب میں نمایاں دکھ رہا تھا۔ بیلا بڑی دلچسپی سے اسے دیکھے گئی۔

دُری اس کے قریب پہنچی تو وہ اس کی طرف متوجہ ہوا پھر دری کی بات سنتے ہوئے اس کی نگاہ داخلی دروازے کی سمت اٹھی۔ بیلا بڑے انہماک سے اسی طرف دیکھ رہی تھی اور شاید اسی لئے وہ ہلکے سے مسکرا بھی دیا۔ مارے کوفت کے وہ فوراً ہی ایک قدم پیچھے ہو گئی۔

"حد ہے یعنی کہ، کیا دنیا میں اچھی شکلوں کا وجود ہی نہیں رہا یا خود تمہیں آج ہی بینائی عطا ہوئی ہے جو اس قدر ذوق شوق کا مظاہرہ کیا جا رہا تھا۔"

اپنے احمق پن پر وہ عاجز ہو ہی رہی تھی کہ وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ سیدھا اسی کی طرف چلا آیا۔

"بیلا! آپ یہاں کیوں کھڑی ہیں، آرام سے اس طرف بیٹھ کر ریکارڈنگ دیکھیے۔ بس اب ہمارا کام شروع ہی ہو رہا ہے۔"

ایک نسبتاً پرسکون گوشے میں رکھی گئی کرسیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے آدابِ مہمان داری نبھائے۔

بیلا نے تھوڑا سا مڑ کر اس طرف دیکھا جہاں وہ اشارہ کر رہا تھا اور پھر بنا ایک لفظ کہے تیز قدموں سے اس طرف چلی گئی۔

عباس کو اس کے رویے پر حیرت ہوئی۔

"اس بے حد چھوٹی سی پہلی ملاقات میں جسے معلوم نہیں ملاقات کہنا چاہیے یا نہیں، یہ لڑکی اتنی خفا خفا سی آخر کیوں ہے؟" "مگر وقت کسی چھوٹے، بڑے اندازے لگانے کی بھی اجازت نہیں دے رہا تھا۔

وقت کم اور کام بے حد زیادہ۔

ہر طرف سے "عباس صاحب" کی پکار اٹھ رہی تھی اور جب پہلا سین شوٹ کیا جا رہا تھا تو بنا کسی کے بتائے خود بخود ہی بیلا کی سمجھ میں آتا چلا گیا کہ عباس ہی اس پروگرام کا ڈائریکٹر ہے۔

تیز روشنیوں کا فوکس دُری تھی اور اس وقت وہ اتنی خوبصورت لگ رہی تھی کہ حد نہیں۔

ماحول میں اب بالکل خاموشی تھی، صرف گیت کی خوبصورت دھن کی گونج تھی اور اس پر اپنے لب ہلاتی دُری۔ ایک ایک لفظ کے ساتھ وہ اتنی خوبصورتی کے ساتھ تاثرات دے رہی تھی کہ بیلا بھی تھوڑی سی متاثر ہو ہی گئی۔ آج کا اصل کام یہ اداکاری ہی تھی، گیت چند روز پہلے ریکارڈ کیے جا چکے تھے مگر یہاں کرسی پر جم کر بیٹھے رہنا بھی کم صبر آزما کام نہیں تھا۔ وہ تھوڑی ہی دیر میں بیزار ہونے لگی۔

اور وہ سب لوگ شاید اس سب کے اتنے زیادہ عادی تھے کہ بڑے آرام سے اپنے کام میں مصروف تھے۔ بیلا خاموشی سے اٹھ کر باہر چلی آئی۔ وہاں شاید کسی نے بھی اس کے اٹھ کر جانے کا نوٹس نہیں لیا۔

باہر آتے ہی اسے سب سے پہلے نانی کا خیال آیا، جب وہ ڈریسنگ روم میں تھیں تو نانی کا اتنی دیر میں دو بار فون آ چکا تھا۔ ان کا ہر بات سے باخبر رہنا ضروری ہوتا تھا، اب جبکہ اندر ریکارڈنگ شروع ہو چکی تھی، وہاں عباس نے سب سے پہلے موجود لوگوں کے موبائل ہی بند کروائے تھے۔ بیلا کو بھی کرنا پڑا تھا۔

باہر برآمدے میں آتے ہی اس نے گھر کا نمبر ملایا، نانی شاید قریب ہی بیٹھی تھیں۔ فوراً ہی ریسیو کر لیا۔

"کب سے تمہیں نمبر ملا رہی ہوں۔ نہ تم اٹھا رہی ہو نہ ہی دُری اور تو اور اس ڈائریکٹر کا کیا نام ہے...."

"عباس.....؟"

"ہاں عباس! اس کا بھی نمبر نہیں مل رہا۔" بیلا کو انہیں یہاں کی صورتِ حال سمجھانا پڑی تو انہیں کچھ تسلی ہو ہی گئی۔

"خیر یہ لڑکا عباس تو بہت سلجھا ہوا ہے، میں نے بہت مطمئن ہو کر دُری کو اس پروگرام کی اجازت دی ہے۔ ابتدا میں ہی اچھے لوگ مل جائیں تو ترقی کے امکانات زیادہ روشن ہو جاتے ہیں۔" ان کے لہجے میں ان کا تجربہ بول رہا تھا۔

بیلا کو پہلی بار اندازہ ہوا کہ نانی خود بھی عباس سے مل چکی ہیں۔

"خیر تم بھی اندر ہی رہو اور دیکھو لوگوں سے بات چیت میں محتاط ہی رہنا۔ تمہاری ماں شاید اتنی جلدی وہاں نہ پہنچ سکے۔"

وہ ان کی ہر ہدایت پر جی جی کرتی رہی اور پھر جب فون بند ہو گیا تو بجائے اندر جانے کے باہر فوارے کے ساتھ بنی

منڈیر پر آ کر بیٹھ گئی۔ اندر سے اٹھتی موسیقی کی تانیں یہاں تک سنائی دے رہی تھیں۔ وہ بڑے اطمینان سے برآمدے کے اوپر بنے جھروکوں کو دیکھے گئی۔

قدیم طرزِ تعمیر میں جو مانوس سی کشش، تقریباً ہر ایک کو ہی محسوس ہوتی ہے۔ بیلا بھی اسی کی اسیر ہو رہی تھی۔ اونچی چھتیں، بڑی بڑی کھڑکیاں، ہوا کے رخ پر بنے روشن دان اور جھروکے۔ یہ طرزِ تعمیر ہمارے خطے کے موسموں سے بھی میل کھاتا تھا اور اندر کہیں شاید ہماری ذات سے بھی۔

معلوم نہیں کتنی دیر گزری۔

اندر شاید وقفہ ہوا تھا، تب ہی عباس کافی کے دو مگ اٹھائے برآمدے کی سیڑھیوں سے اترتا ہوا اسے اپنی طرف ہی آتا دکھائی دیا۔

"خاصی دیر ہو گئی، میں نوٹ کر چکا تھا کہ آپ باہر جا چکی ہیں۔ شاید آپ کو ہم لوگوں کا کام کچھ خاص دلچسپ نہیں لگا۔" کافی کا مگ بیلا کے ہاتھ میں تھما کر وہ خود ذرا ہٹ کر فوارے کے اطراف بنی منڈیر پر ہی بیٹھ گیا۔

بیلا کو بجا طور پر احساس ہونے لگا کہ عباس کے پاس بیک وقت اتنے پلس پوائنٹ ہیں کہ اس کے ساتھ شاید کوئی بھی زیادہ دیر روڈ نہیں رہ سکتا۔ اس کی شخصیت، آواز اور سب سے بڑھ کر اس کے ہر انداز اور لہجے سے چھلکتی تہذیب اور شرافت۔

آج وہ اپنی غلط فہمیوں پر بار بار شرمندہ ہوئی تھی۔ سو اس بار بہت سنبھل کر اپنی بدمزاجی کی تلافی کرنا چاہی۔

"ایسا نہیں ہے عباس صاحب! آپ لوگوں کا کام تو بہت ہی زبردست ہے، جب آن ایئر جائے گا تو میرا خیال ہے اور بھی زیادہ متاثر کن لگے گا۔"

عباس نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سر کو ذرا سا خم کیا۔ "مگر میں اس وقت آپ کی دلچسپی کی بات کر رہا ہوں، آپ کو شاید میوزک سے اتنی زیادہ دلچسپی ہے نہیں۔"

"جی ہاں، بس تھوڑی بہت ہی سمجھیے۔ اصل میں مجھے اتنی زیادہ نالج بھی نہیں ہے۔ بس سن لیتی ہوں۔" وہ بے ساختہ ہی کہہ تو گئی مگر دل میں خفت کا بڑا اچھا ہوا احساس بھی ایک ساتھ ہی جاگا۔ (ہونہہ! گانے والی کی اولاد اور انداز بے نیازی ذرا ملاحظہ فرمائیے۔)

"شاید عباس بھی کچھ ایسا ہی سوچ رہا ہو۔" اس نے بھرپور نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا مگر ایسا کچھ بھی نہیں تھا۔

"بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ۔ ہر شخص کی ترجیحات مختلف ہوتی ہیں اور ہونی بھی چاہئیں، یہ بڑی فطری سی بات ہے۔ بس مجھے فی الحال یہ اچھا نہیں لگ رہا ہے کہ ہم لوگوں کے کام کے چکر میں آپ بس مروّت میں بور ہوتی رہیں۔"

اور یہ سب کچھ وہ اتنی بے ساختہ سچائی کے ساتھ کہہ رہا تھا کہ بیلا کو اپنی شرمندگی خود بخود گھٹتی ہوئی محسوس ہونے لگی۔

"دُرِ نجف بتا رہی تھیں کہ آپ کالج میں پڑھ رہی ہیں، کون سے سبجیکٹ ہیں آپ کے پاس؟"

بیلا بڑے اطمینان سے اپنائیت بھرے لہجے میں پوچھے گئے ان بے ضرر سے سوالوں کا جواب دینے لگی۔

عباس کو شاید بولنے سے زیادہ سننا پسند تھا یا شاید اسی وقت وہ کچھ ایسے موڈ میں تھا۔

کافی ختم ہو چکی تھی اور اندر سے عباس کے اسسٹنٹ شاید اسے ہی بلانے کے لیے باہر آئے تھے۔ وہ انہیں ہاتھ کے اشارے سے متوجہ کرتا ہوا اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"شاید آپ نے رسماً یہ جملہ بہت بار سنا ہو مگر میں واقعی دل سے کہہ رہا ہوں کہ آپ سے مل کر بے حد خوشی ہوئی اور آپ کو بھی یہ ماننا پڑے گا کہ میرا آپ کے بارے میں تاثر بالکل صحیح تھا۔ آپ واقعی اپنی بہن سے بالکل مختلف ہیں۔"

بیلا ہنس دی۔

اس بار اسے بالکل برا نہیں لگا۔ عباس واپس اندر جا چکا تھا۔

دُری کی ریکارڈنگ خلافِ توقع جلد ہی ختم ہو گئی۔ بقیہ کام اگلے دن پر ملتوی کر دیا گیا تھا۔

جب وہ لوگ واپس آ رہی تھیں تو دُری بتانے لگی۔

"سب لوگ حیرت کر رہے تھے کہ عباس صاحب نے کیسے اتنی جلدی سب کو چھٹی دے دی۔ وہ تو کام کے معاملے میں جن ہیں، رات گئے تک ساری ٹیم کو ان کی ساتھ لگنا پڑتا ہے۔"

اب سڑک گھر کی طرف جانے والی مرکزی شاہراہ کی طرف مڑ رہی تھی۔ بیلا نے دانستہ رخ موڑ کر رواں دواں ٹریفک کی طرف دھیان لگانا چاہا۔

"شاید عباس نے محض اس کے خیال سے کام کا دورانیہ اچانک کم کیا تھا۔" یہ خیال خود بخود سر اٹھا رہا تھا اور

یہ بڑا عجیب سا احساس تھا۔
بیلا کو اپنے چہرے پر ہلکی سی تپش محسوس ہو رہی تھی۔



اگلی صبح اس کی آنکھ معمول سے بھی ذرا پہلے ہی کھلی۔ رات میں دُری تو وہاں ریکارڈنگ پر اپنی آؤ بھگت اور تعریفوں کے قصے اماں اور نانی کو سنانے کے چکر میں پتہ نہیں کب تک جاگی۔ مگر وہ جلد ہی لیٹ گئی تھی۔

باہر سے نانی اور مشتری کی ہلکی ہلکی آوازیں آرہی تھیں۔ یہاں پوری بلڈنگ میں ہی صبح بڑی خاموش خاموش سی محسوس ہوتی تھی۔ عام گھرانوں میں جو صبح کو روایتی سی ہلچل ہوا کرتی ہے۔ وہ یہاں نہ ہونے کے برابر تھی۔ بیلا کو اسکول اور پھر کالج کی عادت نے سحر خیز بنا دیا تھا۔

فریش ہو کر جب وہ لاؤنج میں جانے کے لیے دروازے کی طرف مڑ رہی تھی، تب ہی کسی خیال کے تحت واپس مڑ کر اپنی الماری کھول کر کھڑی ہو گئی۔ کپڑوں کا اسے کوئی خاص شوق نہ ہونے کے باوجود بھی الماری ہمیشہ ہی پوری طرح بھری رہتی۔ دُری اور اماں جب بھی بازار جاتیں۔ بیلا کے لیے بھی اچھی خاصی شاپنگ کر ڈالتیں، بھلے وہ پہنے یا نا پہنے۔

آج لباس کے انتخاب کا مسئلہ اسے بھی درپیش تھا، بہت دیر تک یوں ہی سارے ہینگرز الٹ پلٹ کرتی رہی مگر کوئی بھی "ڈھنگ" کا نہ لگا۔ اماں اور دُری کا انتخاب اس کے لاکھ احتجاج کے باوجود بھی شوخی لیے ہوتا۔ جبکہ اسے ہلکے رنگ اور آرام دہ لباس اچھا لگتا۔ یوں آدھی سے زیادہ الماری اس کے لیے ہمیشہ ہی بے کار پڑتی۔ بہت غور و غوص کے بعد آخر کار ایک پیلے اور سفید خوبصورت کڑھائی والے سوٹ کو اس نے باہر نکال ہی لیا۔ سامنے ڈریسنگ ٹیبل کے شیشے میں خود سے لگا کر دیکھ ہی رہی تھی کہ نظر سائیڈ ٹیبل پر رکھی ٹائم پیس پر پڑی۔

دُری کے ریکارڈنگ پر جانے میں ابھی آدھا دن پڑا تھا اور اسے ابھی سے تیاری کی فکر شروع ہو گئی تھی۔

اس خیال کے آتے ہی وہ کچھ جھینپ کر باہر لاؤنج میں آگئی۔ مشتری کو اپنے لیے چائے کا کہہ کر وہ نانی کے پاس ہی بیٹھ گئی۔

"امتحان تو ختم ہوئے تمہارے، اب اگلی کلاس کب سے شروع ہوگی؟" گھر میں وہی تھیں جو پھر بھی اسی کی پڑھائی سے تھوڑی بہت تو دلچسپی رکھتی ہی تھیں۔

تھرڈ ایئر کے امتحان اور فورتھ ایئر کی کلاسز شروع ہونے میں کوئی ایسا خاص وقفہ نہیں ہوتا تھا۔ شاید تھوڑی بہت لڑکیاں کالج آنے بھی لگی ہوں۔ اس نے یہی کچھ نانی کو بھی بتا دیا۔

"پھر تم کالج کا چکر لگا آؤ، خالی بیٹھنے سے تو اچھا ہے کہ کچھ نہ کچھ پڑھائی کر لو۔" نانی کو اصل میں خالی بیٹھنا برا لگتا تھا۔ کسی زمانے میں نامور مغنیہ رہ چکی تھیں۔ اب بہت سالوں سے ریٹائر تھیں مگر پھر بھی کچھ وقت بڑی باقاعدگی سے ریاض کرتی تھیں۔

"ہوا، پانی، جیسی تاثیر ہے ہمارے لیے تو موسیقی میں، دم سا گھٹنے لگتا ہے۔ اگر اس سے الگ ہونے کا سوچیں بھی تو۔" وہ اکثر ہی اس طرح کے جملے کہا کرتیں۔

خود بیلا کو آج تک کسی بھی کام میں اس طرح کی جان لیوا کشش محسوس نہیں ہوتی تھی۔ اور یہ پڑھائی بھی جو وہ بہت ذوق و شوق سے کر رہی تھی، کسی وقت اگر نانی نے اس پر بھی سختی سے پابندی لگانے کی ٹھان لی تو شاید وہ اس پر بھی زیادہ احتجاج کرنے والی نہیں تھی۔ بس یوں ہی تھوڑا بہت رو دھو کر آرام سے بیٹھ جاتی۔ "یہ اس کا اپنا تجزیہ تھا۔

"ارشاد صبح سے بے کار ہی بیٹھا رہتا ہے، تم جب اٹھ ہی جاتی ہو تو جاؤ آج ہی اپنے کالج کا چکر لگا لو۔"

نانی نے ارشاد کی فراغت کا بھی مصرف نکالا۔ کوئی اور وقت ہوتا تو شاید وہ فوراً ہی خوشی خوشی اٹھ جاتی مگر اس وقت بوکھلا گئی۔

"دُری کی ریکارڈنگ بھی تو ہے نانی! گاڑی میں لے گئی تو اس کے لیے پرابلم ہوگا۔"

"دُری ڈیڑھ دو بجے جائے گی، تب تک تو تم آبھی جاؤ گی۔ ویسے بھی اس کے لیے تو پروگرام والے خود گاڑی بھیجنے کے لیے کہہ رہے ہیں۔ تم اس کی فکر مت کرو، آج تو اس کی ماں ساتھ جا رہی ہے مجھے کوئی ایسی خاص فکر بھی نہیں ہے۔"

"اور میں.... مجھے نہیں جانا کیا؟" اسے کچھ دھچکا سا تو لگا مگر پھر بھی بڑے نارمل سے انداز میں پوچھا۔

"نہیں، کل تو مجبوری تھی۔ میں اکیلی لڑکیوں کے بھیجنے کی تو خیر سخت مخالف ہوں۔ اسٹیج پروگراموں میں بھی تمہاری ماں کے بغیر کبھی دُری کو جانے نہیں دیا۔"

نانی کے اپنے اصول قاعدے تھے۔

بیلا چند منٹ تو چپ چاپ کھڑی ان کی شکل دیکھے گئی اور پھر واپس اپنے کمرے میں چلی آئی۔

بہت اہتمام کے ساتھ نکالا گیا سوٹ سامنے بیڈ پر ہی پھیلا ہوا تھا' وہ اس سے نظر چرا کر دوبارہ الماری کی طرف بڑھ گئی۔ سامنے ہی یونیفارم استری کیے ہوئے ٹنگے تھے۔

آج پہلی بار اس کا اپنا دل کہیں جانے کو چاہا تو سارا پروگرام ہی چوپٹ ہو گیا۔

اسے "حقیقتاً" اپنے نہ جانے کا افسوس ہو رہا تھا۔ ڈریسنگ ٹیبل کے آگے کھڑے ہو کر بالوں کو برش کرتے ہوئے بیلا نے پوری ایمانداری کے ساتھ خود سے اعتراف کیا۔

اور اس کی وجہ کم از کم اس کی میوزک سے دلچسپی تو خیر قطعی نہیں تھی پھر شاید وہاں کا ماحول' عمارت کا حسن یا پھر عباس......!

اس سوال کے جواب میں سچائی برتنا اتنا آسان نہیں تھا' سو اس معمہ کو کسی اور وقت پر چھوڑ کر وہ باہر کا رخ کر چکی تھی۔ رات کو اماں اور دُری کی واپسی میں اچھی خاصی دیر ہو گئی۔

بیلا کو جلدی سونے کی عادت تھی مگر پھر بھی انتظار کیے گئی۔ نانی کو حیرت ہوتی رہی' آج سے پہلے بھی دُری نے آخر کو اسٹیج پروگرام تو کتنے ہی کر لیے تھے' اس نے کبھی بھی کسی قسم کے اشتیاق کا اظہار نہیں کیا تھا۔ جیسا کہ آج کر رہی تھی۔ بہرحال جو کچھ بھی تھا' ان کے نزدیک تو بیلا کی یہ دلچسپی "نیک فال" ہی تھی۔

"کسی وقت ذرا اطمینان سے سمجھاؤں گی' استاد جی کے پاس دل جمعی سے بیٹھ گئی تو کچھ سیکھ کر ہی اٹھے گی۔ آخر کو اسے بھی اپنے پاؤں پر تو کھڑا کرنا ہی ہے۔"

وہ مطمئن سی ہو کر سوچ گئیں۔

وہ لوگ واپس آئیں تو ریکارڈنگ ختم ہونے کی خوش خبری ساتھ تھی۔

"عباس صاحب نے تو بس طے کر لیا تھا کہ آج کام ختم کر کے ہی دم لینا ہے۔" دُری کا چہرہ تھکان کے باوجود خوشی سے چمک رہا تھا۔

"گویا اب کل بھی وہاں جانے کا کوئی چانس نہیں تھا۔" بمشکل اس خیال سے پیچھا چھڑا کر وہ دُری سے اس کے پروگرام کی تفصیل سننے لگی۔

"آج کے ڈریسز تو کل سے زیادہ خوبصورت تھے۔ گیت بھی اوپری منزل کے جھروکوں میں شوٹ ہوئے اور باہر صحن کے فوارے پر۔ جب تم پروگرام دیکھو گی تو بہت ہی پسند کرو گی۔"

بیلا اثبات میں سر ہلائے گئی۔

اماں دُری سے بھی زیادہ خوش تھیں۔ دُری کی کامیابی' ان کا دیرینہ خواب تھی۔ خود ان کی ساری زندگی تیسرے درجہ کے اسٹیج پروگراموں میں گاتے یا فلموں میں بڑے گلوکاروں کے ساتھ کورس میں حصہ لیتے ہوئے ہی گزری تھی۔ شکل اور آواز دونوں میں ہی وہ مار کھا گئی تھیں۔ بہت کم لوگوں کو پتہ تھا کہ وہ ماضی کی ایک شاندار مگر بھولی بسری گائیکہ کی بیٹی ہیں۔

"پہلی بار ایسی عزت افزائی حاصل ہوئی۔ ہر ایک "میڈم! یہاں تشریف رکھیں' میڈم! جوس' میڈم! چائے" بس کیا کہوں اماں! میں تو شکر کرتی رہی اس مولا کا۔"

نانی متانت سے سب کچھ سنتی رہیں۔ اماں خاموش ہوئیں تو بڑے نپے تلے انداز میں بولیں۔

"اب ایسا ہے کہ کل شکرانے کی دیگیں پکوا کر درگاہ اور یتیم خانے ضرور ہی بھجوانی ہیں۔ صبح ہی ارشاد سے کہوں گی جا کر سلامت باورچی کو بلا لائے۔"

دُری اور اماں دونوں ہی فوراً "متفق" ہو گئیں۔

اس قسم کے کارِ خیر کرنے میں یہاں ساری ہی فلیٹ والیاں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں۔ نذر نیاز' گیارہویں' محرم' ربیع الاول' سارے مذہبی تہوار۔ حد سے زیادہ عقیدت اور احترام کے ساتھ منائے جاتے اور پیسہ خرچ کرنے میں ذرا بھی دریغ نہ کیا جاتا۔

دُری کے قصوں میں بس "میں" ہی "میں" تھا۔ مشتری بھی بار بار چائے بنا کر لاتی اور وہیں قالین پر جم کر بیٹھ رہتی۔

"اور رات جب آخری پہر میں ڈھل رہی تھی تو بیلا کی بھی آنکھیں نیند سے بند ہونے لگیں۔ نانی کب کی سونے جا چکی تھیں اور اماں بھی باتیں کرتے کرتے دیر ہوئی سو چکی تھیں۔

"بس اب اور نہیں جاگ سکتی دُری! میں شاید آج پہلی بار اتنی رات تک جاگی ہوں۔" بیلا نیند سے بوجھل ہوتی آنکھوں کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئی' تب ہی دُری نے بڑے سرسری سے انداز میں یہ اطلاع بھی دے ڈالی۔

"عباس صاحب تمہیں بہت پوچھ رہے تھے۔ میں نے

بتا دیا کہ آج تمہیں کالج جانا تھا اور ویسے بھی تمہیں کہاں دلچسپی ہے ان سب سرگرمیوں سے۔ ٹھیک کہا نا میں نے؟" وہ بات کرتے کرتے مڑ کر اپنے تکیے صحیح کرنے لگی تھی' ورنہ بیلا کی بند ہوتی آنکھوں کا ایک دم ہی پورا کھل جانا فوراً ہی اس کے علم میں آ جاتا۔ چند سیکنڈ وہ اسی امید پر کھڑی رہی کہ شاید اس حوالے سے دری کے پاس بتانے کے لیے کچھ اور بھی ہو مگر وہ عادتاً اتنا بولتی تھی کہ اس کے چند سیکنڈ پہلے کہی بات اگلے چند سیکنڈ میں اس کے ذہن سے بھی اتر جاتی۔

"آج بے چارے عاطف سے بھی بات نہیں ہوئی۔ اماں ساتھ تھیں۔ سارا وقت میری چوکیداری کرتی رہیں' میرا موبائل بھی آف کر کے اپنے پرس میں ہی رکھ لیا۔ کل دیکھو نکلوں گی کسی بہانے۔" بیلا ایک گہری سانس لے کر دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

☼ ☼ ☼

دُری کا پروگرام کسی پرائیویٹ چینل کی اگلی سہ ماہی میں شیڈولڈ تھا۔ بارہ پروگرام' بارہ مختلف نئی آوازوں کو لے کر تیار کرنے تھے۔

اماں اور نانی اکثر پروگرام بناتیں کہ کسی طرح عباس کو دُری کا ہی ایک اور پروگرام ریکارڈ کرنے کے لیے تیار کر لیا جائے۔

بیلا بھی خاموشی سے سنے جاتی۔

اس کے خیال میں تو ایک طرح سے اچھا ہی تھا کہ عباس سے کم سے کم سامنا ہو۔ ایسے لوگ جو پہلی ملاقات میں ہی سخت مرعوب کرتے ہوں' ان سے بچ کر رہنے میں ہی عافیت تھی مگر اس روز یہ حادثہ بھی ہو ہی گیا۔ کالج سے واپسی میں تھوڑی دیر ہو گئی تھی اور آج ارشاد بھی ساتھ نہیں تھا۔ کالج کے سامنے والی سڑک کے کنارے وہ رکشہ کے انتظار میں کھڑی تھی تھوڑے فاصلے پر ایک دو خالی ٹیکسیاں کھڑی ہوئی تھیں مگر نانی اکیلے ٹیکسی میں آنے سے منع کرتی تھیں۔

بیلا کے لیے رکشہ میں آنا بھی شرمندگی کا سبب بنا رہتا۔ اپنی بلڈنگ کے آگے رکتے ہوئے اس نے رکشہ ڈرائیور کی تیز نگاہوں اور مسکراہٹ دونوں ہی کو جھیلا تھا۔

آج بھی اس نے یہی سوچ رکھا تھا کہ رکشہ گھر سے ایک سڑک پیچھے ہی رکوا لے گی۔

گیٹ پر اب اکا دکا لڑکیاں ہی نظر آ رہی تھیں اور تو اور مدیحہ بھی دو دن سے غائب تھی' ورنہ کم از کم اسے رکشہ دلوائے بغیر وہ یہاں سے نہ ہلتی۔ بیلا نے متلاشی نگاہوں کو ایک بار پھر دور تک دوڑایا۔

تب ہی وہ بالکل اچانک ایک دم سامنے آ کھڑا ہوا۔

"آئیے بیٹھیں' میں چھوڑ دیتا ہوں آپ کو گھر تک۔" عباس گاڑی کا شیشہ اتارے آفر کر رہا تھا۔

"گھر..... نہیں..... وہ میں خود ہی....." گھبراہٹ میں چند بے ربط سے لفظ اس کے منہ سے نکلے جن کا مفہوم آسان لفظوں میں یہی تھا کہ وہ کسی نہ کسی طرح اپنے گھر پہنچ ہی جائے گی' عباس کو سیدھے سیدھے اپنا راستہ پکڑنا چاہیے۔

مگر وہ شاید مشکل پسند تھا۔

"بیٹھ جائیں بس آپ۔ باقی بحث تو راستے میں بھی ہو سکتی ہے۔" اس بار وہ گاڑی کا دروازہ بھی کھول چکا تھا۔

بیلا کچھ جز بز سی ہوتی ہوئی بیٹھ گئی۔

"میں یہاں سے اکثر ہی گزرتا ہوں۔ اب کچھ دن سے' جب سے آپ کو جانا ہے تو یہاں سے گزرتے ہوئے آپ کا خیال بھی ضرور آتا ہے۔"

بیلا جو ابھی اسی گھسی پٹی فلمی سچویشن پر غور ہی کر رہی تھی۔ کچھ چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگی مگر عباس کی نگاہیں سامنے سڑک پر جمی تھیں۔

"ویسے آپ روزانہ تو گاڑی سے ہی آتی ہیں۔ مجھے آپ کا ڈرائیور نظر آتا ہے یہاں باہر کھڑا ہوا۔ کئی بار سوچا کہ رک کر آپ سے ملتا جاؤں مگر پھر خیال آیا کہ کہیں آپ کو برا نہ لگے۔" اب کہ اس نے اپنی بات کا ردِ عمل دیکھنے کے لیے بیلا کی طرف دیکھا تو وہ اسے بے حد سنجیدہ محسوس ہوئی۔

"آپ نے صحیح سمجھا' مجھے واقعی بہت برا لگتا۔ کالج گیٹ پر اس طرح لوگوں سے ملنا' بالکل بھی مناسب محسوس نہیں ہوتا۔" اس کے خیال کی تصدیق کر کے وہ گردن موڑ کر اس طرح باہر دیکھنے لگی جیسے آج ہی اس بڑے شہر میں وارد ہوئی ہو۔

"پڑھائی کیسی چل رہی ہے؟"

"بہت اچھی۔"

"آپ کا تھرڈ ایئر کا رزلٹ آ گیا کیا؟"

"جی ابھی نہیں۔"

"آپ کی مدر بھی بہت نائس خاتون ہیں۔"
وہ چپ۔
"درِ نجف کا پروگرام اگلے اتوار کو آن ایئر آرہا ہے۔"
"اگلے چوراہے سے بائیں ہاتھ والی سڑک پر موڑ لیجیے گا۔"

عباس کی دی ہوئی "خوش خبری" کو بھی یکسر اَن سنی کرکے وہ اسے راستہ سمجھانے لگی۔ وہ بے ساختہ ہنس پڑا۔

"ایک تو آپ بہت جلدی برا مان جاتی ہیں۔ حالانکہ میں کتنا سنبھل کر، ناپ تول کر باتیں کررہا ہوں مگر دیکھیں پھر بھی میری پکڑ ہو ہی گئی۔"
بیلا کو جواباً مسکرانا ہی پڑا۔
عباس جیسے آدمی سے ڈھنگ سے ناراض بھی نہیں ہوا جاسکتا تھا۔ پر وہ بھی کیا کرتی اپنی "اوقات" قدم قدم پر آئینہ دکھاتی۔ اسے "ایسی ویسی" لڑکی نہ سمجھا جائے، یہ خیال نادانستہ ہی سہی، اسے بار بار اپنی صفائی پیش کرنے پر مجبور کرتا تھا۔

"میں آپ کی بات کا برا نہیں مانتی عباس صاحب! اصل میں مجھے بہت کم لوگوں سے ملنے کا اتفاق ہوتا ہے، اسی لیے شاید ٹھیک طور پر بات چیت کرنا ہی نہیں آتی۔"
"خیر مجھے آپ اور لوگوں میں شمار نہ کریں کیونکہ میں آپ کو پہلی ملاقات کے بعد ہی سے اپنے بہت اچھے دوستوں میں شامل کرچکا ہوں۔"
بے حد سنجیدگی سے اپنی بات کہہ کر وہ چند لمحوں کے لیے بالکل خاموشی سے ڈرائیو کرتا رہا۔
بیلا کو اس کی خود اعتمادی پر بری طرح رشک آیا۔ کس یقین کے ساتھ وہ اپنی زندگی میں دوسروں کا اور دوسروں کی زندگی میں اپنا مقام متعین کرلیتا تھا۔
گھر بھی نزدیک آچکا تھا۔
"پتہ نہیں اس کو گھر تک لے جانا چاہیے یا نہیں۔"
ہمیشہ کی طرح کسی کو گھر کا پتہ بتاتے ہوئے جو خجالت اس کے حصے میں آتی تھی پھر سے سر ابھارنے لگی۔
"بس مجھے یہیں اتار دیں عباس صاحب! میں آرام سے گھر چلی جاؤں گی۔"
عباس نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔
"کیا مطلب ہے آپ کا؟ یہاں بیچ راستے میں آپ کو اتار کر چلا جاؤں، کس لیے آخر۔ بے فکر رہیں میں آپ کے گھر چائے پینے کے لیے بلکہ یہ تو کھانے کا وقت ہے، کھانا کھانے کے لیے نہیں رکوں گا۔" وہ عادتاً اپنی بات کو مزاح کا رنگ دے لیتا تھا مگر بیلا سے مسکرایا بھی نہیں گیا۔
اگلی ہی سڑک پر نیچے کی طرف جھکتی ہوئی گیلریوں والی وہ مشہور اور معروف عمارت تھی جس کی طرف سامنے سے گزرنے والا ہر شریف آدمی ایک حقارت کی نگاہ تو ضرور ہی ڈالتا تھا۔ ہوش سنبھالنے سے لے کر اب تک وہ کتنی ہی بار اس دروازے سے باہر نکلی اور اندر داخل ہوئی مگر آج عباس کے سامنے یہاں کھڑا ہونا ہمیشہ سے بڑھ کر تکلیف دہ ثابت ہو رہا تھا۔ بیلا جلدی سے کتابیں سنبھالتے ہوئے اترنے لگی۔

"ارے آپ تو مروتاً بھی اپنے گھر آنے کے لیے نہیں کہتیں کسی کو۔"
وہ ایسی خوش دلی سے بات کررہا تھا جیسے شہر کی کسی معزز آبادی میں بیلا کے اونچے خاندانی، محفوظ و مامون خوبصورت گھر کے آگے کھڑا ہو۔
بیلا کو پورا اندازہ تھا کہ ساری نگاہوں کا مرکز صرف اسی کی ذات ہے۔ آخر کو آج وہ بھی کسی کی گاڑی سے اترتی دکھائی دے ہی گئی تھی۔ خود اپنی نگاہوں سے گرے شخص کے لیے شاید پاتال سے بھی آگے کا کوئی مقام ہے۔
خود کو بمشکل سنبھالتے ہوئے اس نے اخلاقاً الوداعی کلمات کہنے چاہے، تب ہی عباس کی نظروں نے اس کے چہرے کا اڑا ہوا رنگ اور آنکھوں میں آتی نمی کو اچانک ہی دیکھا۔ تھوڑا سا بوکھلا کر وہ کچھ کہنا ہی چاہ رہا تھا کہ بیلا ایک دم ہی بھاگتے ہوئے مرکزی دروازے کے پیچھے غائب ہوگئی۔
"شاید پھر کچھ غلط ہوگیا ہے۔"
عباس نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے کچھ اندازہ لگانا چاہا مگر پیچھے سے آتی گاڑی کو نکلنے کے لیے جگہ چاہیے تھی۔ یہاں سڑک تنگ تھی اور رش زیادہ۔ عباس کو گاڑی آگے بڑھانا تھی۔ ایک نگاہ عمارت کے مرکزی دروازے سے اوپر کی بالکونیوں کی طرف ڈالتے ہوئے اس نے گاڑی کو اسٹارٹ کیا۔
اس وقت بھی یہاں کئی چہرے سجے ہوئے تھے۔ کچھ یقیناً اس کے کام کے حوالے سے اسے پہچانتی بھی تھیں مگر اس وقت اسے کسی بات کا دھیان نہیں رہا تھا۔
معنی خیز نگاہیں، جانی پہچانی شکلیں، سڑک پر کھڑے

لوگوں کی تمسخرانہ مسکراہٹ۔
"شاید مجھے اس کی اڑی ہوئی رنگت اور آنکھوں میں چمکتے آنسو بہت جلد یہاں دوبارہ کھینچ لائیں گے۔"
وہ دل پھینک ہرگز بھی نہیں تھا مگر اپنے بارے میں اس کا ہر اندازہ سو فیصد صحیح ثابت ہوتا تھا۔
عباس کو دروازے سے ہی رخصت کرنے پر گھر میں بہت برا مانا گیا۔
"ایسے مہمان تو قسمت سے دہلیز تک آتے ہیں۔ میں تو کتنے دن سے فکر میں تھی کہ عباس صاحب سے کس طرح راہ و رسم بڑھائی جائے۔ آج قدرت مہربان ہوئی تو تمہاری بے وقوفی نے اتنا اچھا موقع ہاتھ سے نکال دیا۔"
نانی کو رہ رہ کر تاسف ہو رہا تھا۔ بیلا چپ چاپ بیٹھی سنتی رہی۔
بیلا کپڑے تبدیل کرکے کمرے میں ہی لیٹ گئی۔ آج اس کا کھانا کھانے کو بھی دل نہیں چاہ رہا تھا۔
مشتری دوبارہ آکر پوچھ چکی تھی۔
"کاش میں عباس کے ساتھ بیٹھی ہی نہ ہوتی۔ آجاتی کوئی رکشہ ٹیکسی کرکے۔" اسے اپنے آپ پر غصہ آرہا تھا۔

"کیا سوچتا ہوگا وہ بھی۔ یہی ناکہ ہمارے ہاں کی لڑکیاں جس کے ساتھ چاہا منہ اٹھا کر چل پڑیں۔ کسی عام سے گھر کی لڑکی ہوتی تو کبھی اس طرح کی آفر پر جھٹ سے نہ بیٹھ گئی ہوتی اس کی گاڑی میں۔"
مرکزی دروازے پر اترتے ہوئے جو شرمندگی اس نے جھیلی تھی، ساری چبھن اسی کی تھی۔ رہی سہی کسر اماں اور نانی کی باتوں نے پوری کردی تھی۔ تب ہی اسے مدیحہ کی یاد آئی۔ وہ کتنا زیادہ گھبراجاتی تھی اگر کبھی کبھار بیلا اسے گھر چھوڑنے چلی جاتی۔
"امی کو اپنی شکل دکھا کر جاؤ بیلا! تاکہ انہیں تسلی رہے کہ تمہارے ہی ساتھ آئی ہوں۔ کوئی لڑکا وڑکا نہیں تھا ساتھ۔"
وہ اپنی سوتیلی ماں سے بے حد ڈرتی تھی۔ بیلا کو اس کے ڈر پر ہمیشہ رشک آتا تھا۔ آج اور بھی زیادہ آرہا تھا۔
وہ سوتیلی ماں ہوکر بیٹی کے معاملے میں اتنی حساس تھیں اور یہاں اس بات کا غم منایا جارہا تھا کہ وہ عباس جیسے "کام کے آدمی" کو پھنسا کر اوپر تک کیوں نہیں لاسکی۔"
"تف ہے ہماری اوقات پر بھی۔" وہ مستقل ہی آنکھوں کو بے دردی سے مسلے گئی۔
کیا کرے گی یہ بی اے کی ڈگری بھی جسے وہ بڑے ذوق و شوق سے حاصل کرنے کی امید لیے بیٹھی ہے، کیا بدل سکتی ہے۔ اس کی پہچان، ولدیت، معاشرے میں مقام؟ اس کے پاس سارے ہی سوال تلخ تھے اور ان کے جواب تلخ ترین۔
چند روز کی چھٹی منا کر مدیحہ بھی کالج آنے لگی تھی۔
اس کی امی بیمار تھیں اور اس کے نتیجے میں گھر اور بہن بھائیوں کی دیکھ بھال کی بھاری ذمہ داری اس کے ناتواں کاندھوں پر آپڑی تھی۔
آج جب سے وہ آئی تھی، اس کی زبان مستقل ہی چلے جارہی تھی۔ بیلا کو پتا تھا کہ جب تک وہ ان پانچ چھ روز کی پوری روداد نہیں سنائے گی، اس کی تسلی ہونا ناممکن ہے۔
"اگر میری امی زندہ ہوتیں تو حالات کتنے مختلف ہوتے نا بیلا! کوئی میری مرضی کے خلاف مجھ سے کچھ نہ کرواپاتا مگر میں تو ہوں ہی بد نصیب۔" اس نے ایک سرد آہ کھینچی۔
بیلا خاموشی سے سنتی رہی۔ وہ خود تو اتنے اعتماد کے ساتھ اپنی بد قسمتی کا اعلان بھی نہیں کرسکتی تھی۔
"سچی بات تو یہ ہے بیلا کہ اولاد کے لیے سب سے زیادہ ضروری صرف اور صرف ماں ہے۔ صحیح معنوں میں یتیم وہی ہے جس کی ماں نہیں۔ باپ اگر نہ رہے تو شاید اس کی کمی محسوس ہوتی ہوگی لیکن اگر زندہ ہے اور سوتیلی ماں کو سر پر لاکر بٹھا دے تو اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہی لگنے لگتا ہے۔"
وہ دونوں فزکس لیب کے سامنے والی سیڑھیوں پر بیٹھی تھیں۔ "تمہیں شکر کرنا چاہیے۔ تمہارے سر پر تمہاری امی اور نانی......"
تب ہی فزکس کی لیب انچارج دروازے میں آکھڑی ہوئیں۔
بیلا نے بے ساختہ ہی مدیحہ کا ہاتھ دبایا تو وہ بھی اشارہ سمجھ کر فوراً ہی اٹھ کھڑی ہوئی۔
سائنس کی تینوں لیب انچارج بے حد سخت تھیں۔ خاص طور پر آرٹس پڑھنے والی لڑکیوں کے خالی پیریڈز میں اِدھر اُدھر بیٹھنے پر تو بہت ناراض ہوتیں۔
وہ دونوں کینٹین کی طرف آگئیں۔ مدیحہ واقعی رنجیدہ تھی۔
بیلا کے اصرار پر بھی کچھ کھانے کے لیے راضی نہیں ہوئی۔ جس بڑی محرومی کو وہ بہت چھوٹی عمر سے جھیلتی آرہی

تھی‘ اس کا مداوا دنیا کی کوئی دوسری نعمت نہیں کر سکتی تھی۔ پھر بھی کبھی کبھی بیلا کا دل چاہتا کہ کاش وہ مدیحہ کو "بدنصیبی" کی اس سے بھی زیادہ دل گداز صورت دکھا سکے۔

"ایک تو یاور بھی مجھے نہیں پوچھتا بلکہ پوچھنا کیا‘ اس نے تو جیسے ہر تعلق اپنی طرف سے ختم ہی کر دیا ہے۔" وہ دونوں واپس کلاس روم کی طرف جا رہی تھیں۔ تب مدیحہ کو اپنا دوسرا بڑا غم یاد آیا۔ "سچ بیلا! مجھے تو اب یاور کی شکل بھی بھولتی جا رہی ہے۔ کتنے سال ہو گئے‘ میں نے اسے دیکھا بھی نہیں۔ پہلے سے تو بالکل ہی بدل گیا ہو گا نا؟۔"

مدیحہ کے لیے یہ روز کا آموختہ تھا جسے وہ پابندی سے دہراتی تھی۔

اس ضمن میں بیلا اسے ڈھیر ساری تسلیاں دیتی تو مدیحہ کی ڈوبتی امیدوں کو پھر سے نیا سہارا مل جاتا تھا۔

ہر شخص امید کے سہارے برے سے برا وقت کاٹ جاتا ہے۔ امید ہی ہے جو تاریک تر صورتِ حال میں بھی روشن پہلو کی طرف دیکھنے کا اعتماد پیدا کرتی ہے۔

مدیحہ کے لیے بیلا کی تسلیاں امید کی کرنیں بن جاتیں۔

"ابا نے رشتہ داروں سے ملنا بالکل ہی چھوڑ دیا ہے۔ امی کو پسند نہیں ہیں وہ لوگ‘ ورنہ شاید کوئی خبر مل ہی جاتی۔ چلو خیر‘ اللہ مالک ہے۔"

کلاس میں داخل ہوتے ہی ایک جمگھٹا سا نظر آیا جسے دیکھتے ہی مدیحہ کو اپنی تفصیلات کو مختصر کرنا پڑا۔ کوئی لڑکی اپنی بہن کی شادی کی تصویریں لائی تھی‘ جنہیں بڑے ذوق و شوق سے دیکھا جا رہا تھا۔

وہ دونوں بھی سارے غم بھلا کر اس اجتماعی مصروفیت میں شریک ہو گئیں۔

جو لڑکی البم لے کر آئی تھی‘ اس کا نام نسرین تھا۔ اس کی بہن کی شادی ابھی پچھلے ماہ انجام پائی تھی۔ دلہن بہت خوبصورت لگ رہی تھی اور دولہا بھی بس ٹھیک ہی تھا۔

لڑکیاں عادتاً تبصرے کر رہی تھیں۔

"جب میری شادی ہو گی تو دیکھ لینا سب لوگ دولہا کی ہی تعریفیں کریں گے۔ یاور ہمیشہ سے بہت خوبصورت ہے‘ اب تو پتہ نہیں کیسا لگتا ہو گا۔"

مدیحہ نے تصویریں دیکھتے ہوئے سرگوشی کی۔ بیلا کو ہنسی آ گئی۔

مدیحہ کا واقعی جواب نہیں تھا۔

ایک طرف تو وہ اس کی شکل تک بھول جانے کا رنج کرتی تھی تو دوسری طرف یاور کی خوبصورتی کے بارے میں بھی پر یقین تھی۔

تب ہی نزدیک بیٹھی ایک لڑکی زور سے بولی۔

"دیکھنا اسی لڑکی کا پروگرام آج رات آ رہا ہے نا‘ میں نے ٹی وی پر جھلکیاں دیکھی تھیں۔"

اس اطلاع میں اس کے لیے کچھ بھی نیا نہیں تھا پھر بھی بیلا کا دل بے حد زور سے دھڑکا۔ اس لڑکی کے ہاتھ میں تھمے فوٹو میں دُری نظر آ رہی تھی۔

بے حد شوخ لباس اور ڈارک میک اپ کیے ہوئے مائیک ہاتھ میں تھامے وہ کسی فنکشن کا حصہ تھی۔

"بہت اچھا گاتی ہے۔ ٹی وی پر تو بہت خوبصورت لگ رہی تھی‘ اس فوٹو میں تو کچھ بھی نہیں ہے۔ تمہاری جاننے والی ہے کیا؟"

وہی لڑکی جس نے یہ اطلاع دی تھی‘ اب اپنی معلومات میں اضافے کے لیے نسرین سے پوچھنے لگی۔

بیلا بالکل ساکت بیٹھی تھی۔ حالانکہ اس قصے میں خود اس کا کہیں ذکر بھی نہیں تھا لیکن بالکل ایسا لگ رہا تھا کہ بھانڈا پھوٹا کہ پھوٹا۔

"ہماری جاننے والی کیوں ہوتی‘ ایسے ہی کوئی عام سی گانے والی لڑکی ہے۔ اصل میں ہمارے ایک رشتہ دار ہیں‘ ان کو میوزک کا بہت شوق ہے‘ اپنا ایک چھوٹا موٹا سا بینڈ بھی ترتیب دے رکھا ہے انہوں نے‘ تو بس وہی خاندان بھر کی مہندیوں میں ایک میوزیکل فنکشن بھی رکھوا لیتے ہیں اور اپنی جان پہچان کے فنکاروں کو بھی لے آتے ہیں۔ یہ لڑکی تو ہمارے ہاں کئی بار آ کر گا چکی ہے۔"

نسرین کے لہجے میں ایک ساتھ دو دو احساس چھلک رہے تھے۔ دُری کے لیے بے توقیری کا ناگوار احساس اور خود اپنے لیے "خاص" ہونے کا فخر اور یہ فخر تو یہاں بیٹھی سب ہی لڑکیوں کو حاصل تھا‘ سوائے اس کے۔

بیلا نے کن انکھیوں سے ان سب کی طرف دیکھا جو اب دولہا دلہن کو چھوڑ کر دُری کی طرف متوجہ تھیں۔

وہ لڑکی جس نے سب سے پہلے دری کو پہچاننے کا کارنامہ انجام دیا تھا‘ اس کی کچھ زیادہ ہی مداح تھی‘ اسی لیے نسرین کی بات کا جواب اپنے ذمہ لیے ہوئے تھی۔

"اب نہیں گائے گی یہ تمہارے گھر کے فنکشنوں میں‘ بہت زبردست بریک ملا ہے اسے۔ بہت اوپر جائے گی

دیکھ لینا۔ آج ساڑھے آٹھ بجے آ رہا ہے اس کا پروگرام‘ ضرور دیکھنا تم لوگ بھی۔" اس نے کسی پرائیویٹ چینل کا نام لیتے ہوئے ان سب کو یاددہانی کرائی۔

مدیحہ بھی بڑے غور سے دُری کی تصویریں دیکھ رہی تھی۔ اس کے گھر کیبل نہیں تھا‘ سو اس پروگرام کو دیکھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

"ویسے اس لڑکی کی شکل کچھ کچھ تم سے ملتی ہے بیلا! ذرا غور سے دیکھو۔ کچھ جھلک سی آتی ہے اس کے اور تمہارے فیس کٹ میں۔"

بیلا سے فوری طور پر کوئی جواب نہ بن پڑا۔ تب ہی جنرل ہسٹری کی لیکچرار کلاس روم میں داخل ہو گئیں۔

سارا جتھا ایک دم ہی درہم برہم ہو گیا۔ جس کو جہاں جگہ ملی‘ وہیں بیٹھ گیا۔ بیلا جان بوجھ کر اپنی فائل اٹھا کر پچھلی سیٹ پر جا کر بیٹھ گئی۔ مدیحہ اس کے زرد پڑتے چہرے کو دیکھ ہی نہیں سکی۔

آج بیلا کے لیے‘ ہسٹری کا پیریڈ نہ ہونے کے برابر ہی رہا تھا۔

رنج‘ شرمندگی‘ کوفت۔ دل کی حالت سنبھلنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ ابھی تک سینت سینت کر رکھی حقیقت تمام تر احتیاط کے باوجود کھلتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔

اوپر سے دُری کے بے باک اسٹائل سے مزین تصاویر۔ لباس تو خیر وہ بڑی حد تک ماڈرن ہی استعمال کرتی تھی۔ اماں کی تو اسے پوری سپورٹ تھی ہی‘ نانی بھی زیادہ معترض نہ ہوتیں۔ زمانے کے تقاضوں سے نباہ کرنا ان کی بھی مجبوری تھی۔

"پیسے والے گھروں میں تو شریف زادیاں اس سے بھی زیادہ جدید لباس پہن رہی ہیں آج کل تو۔"

بیلا نے انہیں ایک دوبار اس طرح کی باتیں کرتے بھی سنا تھا۔

مگر ان تصاویر میں نظر آنے والا لباس اس نے دری کو گھر میں پہنے کبھی نہیں دیکھا تھا بلکہ اس قسم کا میک اپ بھی کبھی دُری گھر سے کر کے نہیں نکلی تھی۔

نہایت فٹ گہرے گلے والا بلاؤز‘ بکھرے ہوئے بال اور تیز لائٹوں میں چمکتا دمکتا دری کا چہرہ۔ تصویروں میں ہی اندازہ ہو رہا تھا کہ اس کی ساری توجہ خود کو ایکسپوز کرنے میں ہی تھی۔

بیلا نے نسرین کو کہتے ہوئے سنا تھا کہ دری ڈانس بھی بہت اچھا کرتی ہے۔

تو اس کا مطلب ہے کہ دری اسٹیج پر باقاعدہ ڈانس بھی کرتی ہے۔ وہی بے ہودہ فلمی ڈانس جن پر نانی دوسری لڑکیوں پر تنقید کرنے سے کبھی بھی نہیں چوکتیں۔ "فائل پر آڑی ترچھی لکیریں کھینچتے ہوئے وہ اندازے لگانے لگی۔

ایک سے ایک بڑھ کر ایک دل دکھاتے اندازے‘ جن میں سب سے زیادہ رنج اسے یہ سوچ کر ہو رہا تھا کہ دری جو کچھ بھی گھر سے باہر کر رہی تھی‘ سو فیصد اماں کی رضامندی سے کر رہی تھی۔

وہی اس کے ساتھ ہر پروگرام میں جایا کرتی تھیں اور یقیناً وہی دُری کو اپنا مقام بنانے کے لیے ہر حربہ استعمال کرنے کی ترغیب دے رہی تھیں۔

اور یہ کتنی شرمناک حقیقت تھی۔

گلے میں مستقل ہی کچھ پھنستا ہوا محسوس ہو رہا تھا‘ ہسٹری کی لیکچرار کلاس سے نکلیں تو وہ بھی فوراً ہی گھر جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔

مدیحہ نے حیرت سے اس جلدی کی وجہ پوچھی تو وہ طبیعت کی خرابی کا کہہ کر ٹال گئی۔

وہ ڈرتی ہی رہی کہ کہیں مدیحہ پھر سے اس کے اور دری کے درمیان محسوس ہونے والی مشابہت کا ذکر نہ چھیڑ دے۔ مگر وہ شاید بات ہی بھول گئی تھی‘ اور دوسرے یہ کہ اس کے پاس اپنے ہی غم کیا کم تھے۔

"ویسے مجھے اس بات کا تو پکا یقین ہے کہ اس گھر میں کسی کو میری خوشیوں کی ذرہ برابر پروا نہیں‘ ورنہ کیا یہ لوگ خود یاور سے تعلق رکھنے کی کوشش نہیں کرتے؟ اصل میں تو مفت کی ملازمہ ہاتھ سے جانے کا ڈر ہے‘ ہماری سوتیلی اماں کو‘ ان کا بس چلے تو.....!"

بیلا کو پہلی بار ایسا لگا جیسے مدیحہ کی امی کی جتنی بھی شکایتیں وہ سن چکی ہے۔ ان میں سے کوئی ایک بھی ایسی نہیں ہے۔ جس کی بنیاد پر وہ قابلِ نفرت ٹھہریں۔

"تمہاری امی دل کی بری نہیں ہیں مدیحہ! بس تھوڑی سی سخت ہیں‘ تم ان سے محبت کرو گی تو وہ خود بخود نرم پڑ جائیں گی۔" وہ مدیحہ کی بات کاٹ کر بولی تھی وہ اس خلاف توقع جواب پر اتنی حیران ہوئی کہ چند لمحے کچھ بول ہی نہ سکی مگر بیلا بڑی جلدی میں تھی‘ مدیحہ کی حیرت کا نظارہ بھی نہ دیکھا اور خدا حافظ کہتے ہوئے اس طرف مڑ گئی جہاں ارشاد

گاڑی لیے کھڑا تھا۔
مدیحہ ابھی تک اپنی جگہ پر کھڑی تھی' بیلا کے جواب سے جو شاک اسے پہنچا تھا اس کا اثر ابھی باقی تھا۔
"خود کو رہنا پڑتا سوتیلی ماں کے ساتھ تو خبر ہوتی نا' دن رات گدھے کی طرح جتے رہو کام میں' تب عوض میں دو وقت کی روٹی نصیب ہوتی ہے۔"
مدیحہ کو اب بیلا پر غصہ آنے لگا تھا۔

☆ ☆ ☆

ایک بڑا سا دھلا ہوا سفید کپڑا سامنے پھیلائے مشتری اس میں سے پٹیاں پھاڑ کر الگ کر رہی تھی۔ نانی اندر آئیں' تو ایک دم ہی گڑبڑا گئیں۔
"ارے یہ کیا ڈھیر لگا رکھا ہے سفید کپڑے کا۔ پرے ہٹا انہیں۔"
مشتری یہ کام اماں کے حکم پر کر رہی تھی۔
"بیلا باجی کے ٹھنڈی پٹیاں رکھنی ہیں' ان کا بخار ہی نہیں اتر رہا ہے نانی! اماں جاتے ہوئے دے کر گئی تھیں یہ کپڑا کہ پٹیاں پھاڑ کر الگ کر لوں۔"
نانی کو اس کے جواب سے بھی تسلی نہیں ہوئی۔ دل میں جو بھی وہم آجاتا' وہ اسے بڑی سنجیدگی سے لیتی تھیں۔
"ہٹاؤ یہ سفید ڈھیر بچی کے سرہانے سے' گھر میں دسیوں تولیے رکھے ہیں' ان میں سے کوئی نکال کر لاؤ۔" وہ بیلا کے نزدیک بیٹھتے ہوئے بولیں۔ "اور ان کی ماں کہاں گئی ہے۔ ابھی تو یہیں تھی دس منٹ پہلے' کم از کم کہہ کر تو جانا چاہیے تھا۔"
"ابھی آرہی ہیں' نیچے والیوں کے ہاں کسی کام سے گئی ہیں۔"
مشتری سارا سفید براق ڈھیر سمیٹ کر کہتے ہوئے باہر چلی گئی۔
نانی نے ذرا سا مڑ کر بیلا کی طرف دیکھا' دو دن کے بخار نے ہی اس کی رنگت زردی مائل کر دی تھی۔
اس کی پیشانی کو چھو کر دیکھا تو وہ اس وقت بھی جلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ بیڈ کے ساتھ رکھی چھوٹی ٹیبل پر پانی کے بڑے سے پیالے میں برف گھل رہی تھی۔ مشتری دو تین پٹیاں اس میں بھگو چکی تھی' نانی نے ان میں سے ایک کو نچوڑ کر بیلا کے ماتھے پر رکھا۔ اور پھر بڑی پرسوچ سی نگاہوں سے اس کی شکل دیکھنے لگیں۔

"لڑکی کو معلوم نہیں کیا بات اندر ہی اندر کھائے جا رہی ہے۔"
وہ زمانہ شناس تھیں' اور چہرہ شناس بھی۔ جب سے بیلا کو بخار ہوا تھا وہ اسی ایک نہج پر سوچے جا رہی تھیں۔
بظاہر کوئی ایسی غیر معمولی بات بھی نہیں تھی۔ پچھلے دو روز کے معمول کو وہ کئی بار دل میں دہرا چکی تھیں۔
دری کے پروگرام کے آن ایئر آنے کے بعد سے محلے' برادری کی ساری ہی عورتیں مبارکباد دینے کے لیے آرہی تھیں۔ مستقل گہما گہمی جاری رہی تھی۔
آنے جانے والوں کی مصروفیت میں بیلا پر اتنا زیادہ دھیان بھی نہیں دیا جا سکا تھا۔
اماں اور نانی نے اس کی الگ تھلگ رہنے کی عادت سمجھ کر زیادہ زور بھی نہیں دیا۔ حالانکہ تقریباً ہر ایک نے ہی استفسار کیا تھا۔
"چھوٹی والی کہاں ہے آخر' جب بھی آؤ' کبھی نظر ہی نہیں آتی۔"
ان کے ہاں کسی بھی لڑکی کا نظروں سے مستقل غائب رہنا' بے حد معنی خیز سمجھا جاتا تھا۔
بیلا کی غفلت دور ہوئی' تو اس نے نانی کے ساتھ اماں اور دری کو بھی اپنے ہی کمرے میں پایا۔
"بار بار بخار کا تیز ہونا اچھا نہیں ہے' میرا تو خیال ہے کسی اور اچھے ڈاکٹر کو دکھانا چاہیے۔"
اس نے نانی کو اماں سے کہتے سنا' تب ہی اسے جاگتا ہوا پا کر' وہ تینوں ہی اس کی طرف متوجہ ہو گئیں۔
"کل آپ اسے لے کر درگاہ پر حاضری دے آئیں۔ مجھے تو صاف ایسا لگ رہا ہے جیسے کوئی بڑی بری نظر لگی ہے بچی کو۔"
اماں بے حد تشویش سے اس کے چہرے کو تکے جا رہی تھیں۔ "اور خدا ہی جانے کسی نے کچھ کروا تو نہیں دیا۔ بہت سے حاسد ہیں اس محلے میں بھی' اور دری کے پروگرام کے بعد تو ان کا اور بھی برا حال ہے۔ منہ پر مبارکبادیں اور پیچھے جلن سے مرے جا رہے ہیں۔"
اس بار ان کی تشویش میں فخر کا رنگ بھی گھلا ہوا تھا۔
یہاں آکر نانی بھی' اماں سے پوری طرح متفق ہو جاتی تھیں۔ جادو ٹونے کا مزاق پوری بلڈنگ میں پھیلا ہوا تھا۔ ہر ایک نے حسب توفیق "بابے" پکڑے ہوئے تھے۔ جو "دشمن کا منہ کالا" ہونے کی خوش خبری سنا کر اپنے پیسے بنا

رہے تھے۔

"ابھی تو دیکھتی جائیں اماں! جب ہیرو ئن کی آفر ملے گی مجھے کسی بڑے ڈائریکٹر کی طرف سے۔ اصل مزہ تو تب آئے گا' بیٹھی رہ جائیں گی یہ ساری اپنا سامنہ لے کر۔"

دری میں خود اعتمادی حد سے بڑھی ہوئی تھی۔

وہ چپ چاپ لیٹی ان لوگوں کی باتیں سنتی رہی۔

مشتری دلیہ بنا کر لے آئی تھی' نانی نے بیلا کو تکیوں کے سہارے بٹھایا اور ٹرے سامنے رکھ کر خود اسے چمچے سے کھلانے لگیں۔

"رہنے دیں نانی! میں خود کھالوں گی۔"

نانی کی محبت بے لوث تھی۔ بیلا اکثر ہی ان کے سامنے شرمسار ہونے لگتی تھی۔ زبان سے چاہے وہ اسے جو بھی کہہ لیتیں لیکن درحقیقت وہ اسے جان سے زیادہ عزیز رکھتی تھیں۔

اس وقت بھی بیلا کے "نہ نہ" کرنے کے باوجود انہوں نے وہ گرم دودھ ملا دلیہ' اسے پورا ہی کھلا کر چھوڑا۔

اماں اور دری اپنی ہی باتیں کیے جارہی تھیں' بیلا کو نہ چاہتے ہوئے بھی سب کچھ سننا پڑ رہا تھا۔ نانی نے اب تک کوئی دخل نہیں دیا تھا' مگر جب "ہیروئن" "ہیروئن" کی تکرار بڑھنے لگی تو انہیں دخل دینا ہی پڑا۔

"دماغ تو صحیح ہے تم ماں بیٹی کا' ہم لوگ صرف گائیک ہیں' یہ کیوں بھول جاتی ہو' تمہیں فلموں کا شوق ہے تو بے شک فلمی گانا گالو' مگر سینما کے پردے پر ناچنا ہمارے گھرانے کی روایت نہیں ہے۔"

بڑے خفگی بھرے انداز میں انہوں نے اماں اور دری کو یاد دہانی کرائی۔ تو دونوں ہی تھوڑا سا جھنجلا گئیں۔ اماں نے تو چڑ کر کہہ بھی دیا۔

"اگر گھر بیٹھے آفر آجاتی ہے تو کیا برائی ہے۔ آخر یہاں سارے کے سارے ایسی کوشش میں تو لگے رہتے ہیں کہ کوئی ایک آدھ لڑکی فلمی ہیروئن بن جائے' اگر ہماری دری چلی جاتی ہے فلم میں تو......"

نانی کے کڑے تیوروں نے انھیں اپنی بات مکمل نہ کرنے دی تھی۔

بیلا نے نانی کا غصے سے سرخ پڑتا چہرہ دیکھا تو بے ساختہ ہی اسے کلاس میں گردش کرتی وہ تصاویر بھی یاد آگئیں۔

"اور جو کہیں سے لا کر نانی کے سامنے دری کی تصاویر رکھ دی جائیں تو نہ اماں کی خیر ہو اور نہ دری کی۔"

ان دو دنوں میں اس نے کئی بار یہ سوچا تھا کہ نانی کو اماں اور دری کی سرگرمیوں سے آگاہ کردے مگر نانی کو اس عمر میں اتنا بڑا شاک پہنچانا بھی بڑی زیادتی لگتی۔ اور دوسرے اماں اور دری کی زبردست خفگی کا بھی سامنا کرنا پڑتا۔

خیر ان دونوں کی خفگی تو وہ جھیل ہی لیتی۔ لیکن اصل فکر اسے نانی کی تھی۔

"بھلا اس عمر میں وہ اپنے سارے اصول' اور اقدار پر پانی پھرتا ہوا کیسے برداشت کرپائیں گی۔"

دری نے دل ہی دل میں سوچا۔

نانی اٹھ کر باہر جارہی تھیں' اور ایک دم ہی بڑی تھکی تھکی سی لگ رہی تھیں۔

کمرے میں بس وہ اور اماں رہ گئے تھے۔ اماں نہ جانے کس پر خفا ہونے لگیں۔ نانی پر' خود پر یا زمانے پر۔

"ساری عمر گزر گئی' فن کی خدمت "کا رونا سنتے ہوئے' کیا ملا بدلے میں؟ عزت' مقام کچھ بھی نہیں۔ لوگ اسی قطار میں ہمیں بھی کھڑا کرتے ہیں جس میں ساری بلڈنگ والیوں کو کرتے ہیں' بس ایک ہی گواہی اب تو معتبر ہے پیسہ اور یہ پیسہ ہاتھ میں ہو' تو اس منحوس فلیٹ سے جان چھوڑ کر شرفاء کی آبادی میں بس جائیں۔ اور سارے میڈیا کو فخر سے یہ بتاتے رہیں کہ جی بس بچی کو شوق تھا' سو سارے خاندان کی مخالفت کے باوجود فلموں میں آگئی ہے۔ ورنہ باپ مرحوم کویت کی کمپنی میں انجینئر تھے۔"

کمرے میں پڑی چیزوں کو سمیٹتے ہوئے وہ مستقل ہی بولے گئیں۔

کوئی اور وقت ہوتا تو ان ساری تلخ حقیقتوں پر بیلا ایک بار تو ضرور ہی ہنس پڑتی۔ مگر اس وقت وہ بالکل لاتعلق سے انداز میں یہ سنتی رہی اور جب اماں اپنی طویل تقریر سے فارغ ہوئیں تو بڑے سرد لہجے میں بولی۔

"کالج میں لڑکیاں' دری کی تصویریں لائی تھیں۔ ان کے گھر کے کسی فنکشن کی تھیں۔"

وہ بنا پلک جھپکائے اماں کے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔ اور تب ہی اس نے واضح طور پر ان کے چہرے کا رنگ بدلتا ہوا محسوس کیا۔

"اس میں کون سی انوکھی بات ہے۔ ظاہر ہے دری فنکشن میں جاتی ہے تو وہاں تصویریں بھی بنتی ہوں گی۔"

ان کی تجربہ کاری نے انہیں فوراً ہی سنبھلنے میں مدد دی تھی۔ سرسری سے انداز میں کہتے ہوئے وہ دروازے کی

طرف جانے لگی تھیں۔

"میں دری کے حلیہ کے بارے میں بات کررہی ہوں اماں! وہ اتنا واہیات لباس پہنے ہوئے ہے کہ دیکھ کر ہی شرم آتی ہے۔ آپ اسے منع کیوں نہیں....!"

وہ فوراً ہی بگڑ گئیں۔

"کیا ہوا ہے دری کے حلیے کو' جو بھی لڑکیاں پرفارم کرتی ہیں' انہیں جدید لباس پہننا ہی پڑتا ہے۔ تب لوگ پسند کرتے ہیں۔ کسی دن' رات کے وقت یہیں آس پاس کا چکر لگالو۔

جن گھروں میں رات بھر کی محفل ہوتی ہے' آنکھیں کھل جائیں گی دیکھ کر کہ لڑکیاں کیا کچھ پہن رہی ہیں۔"

بے جان دلیلیں اور جواز۔

بیلا نے ذرا کوئی اثر نہیں لیا۔ تین دن سے جو غصہ اندر ہی دبا ہوا تھا' اس نے وقتی طور پر ہی سہی' اسے تھوڑا سا نڈر بنا دیا تھا۔

"اس کا یہی مطلب ہوا نا کہ دری جو کچھ کررہی ہے' آپ کی مرضی سے کررہی ہے۔ آپ خود اسے شہہ دے رہی ہیں کہ وہ اس طرح بے ہودگی کے مظاہرے کرتی پھرے؟"

وہ اتنے غصے میں تھی کہ اماں لمحے بھر کے لیے تو حیران ہی رہ گئیں۔ کمرے کے ادھ کھلے دروازے کو بند کرکے وہ تیزی سے پلٹ کر بیلا کے بالکل قریب آکھڑی ہوئیں۔

"ہاں' میں شہ دے رہی ہوں اسے' اس لیے کہ اسے میری طرح دھکے نہ کھانے پڑیں۔ وہی ہے ہمارے گھر کا سہارا' اسے مجھے کسی بھی طرح سیٹ کرنا ہے' ورنہ بھوکوں مریں گے ہم لوگ' تم جیسی ناکارہ اولاد سے تو کوئی اچھی توقع بھی نہیں کی جاسکتی اور دری غریب کو تو ہم دو بوڑھی عورتوں کے ساتھ تمہارا بوجھ بھی زندگی بھر اٹھانا ہے۔"

ان کے الفاظ اور انداز تو زہریلے تھے ہی مگر بیلا کو دھچکا ان کی اس بات سے پہنچا جو انہوں نے اس کے بارے میں کی تھی۔

"ناکارہ' بوجھ۔

"اور خبردار جو اپنی نانی کے سامنے اس قسم کی بکواس کی۔ چلی ہیں بڑی عزت دار بننے۔"

تحقیر بھری نگاہوں سے اسے دیکھتی ہوئی وہ یہ آخری ہدایت دے کر باہر چلی گئیں۔

اگلے کئی دن بیلا کالج نہ جاسکی۔

بخار کا زور تو ٹوٹ ہی گیا تھا' مگر اماں کی باتوں کا اثر اب بھی باقی تھا۔

اس روز کے بعد سے وہ اسے کم سے کم مخاطب کررہی تھیں۔ اور خود بیلا کا تو دل ہی نہیں چاہتا تھا کہ وہ کسی سے بات کرے نہ گیلری میں کھڑے ہونے کو دل چاہتا اور نہ الٹے سیدھے خواب دیکھنے کو۔ یہاں دیکھے گئے ہر خواب کی تعبیر میں صرف اور صرف عذاب ہی رقم تھا۔

وہ خود کو پابندی سے یاد دہانی کراتی' اور نانی اسے دیکھ دیکھ کر ہولتی رہتیں۔

"معلوم نہیں کیا غم لگا لیا ہے دل سے' بالکل پیلی پھٹک ہوگئی ہے لڑکی۔"

بہانے بہانے سے کچھ جاننا چاہتیں۔ مگر بیلا انہیں ٹال جاتی۔

اس روز اماں اور دری شاپنگ کے لیے گئی ہوئی تھیں۔ دری کی بیرونی مصروفیات بڑھتی ہی جارہی تھیں۔

اور ان کے ہاں یہ بڑا نیک شگون تھا۔

اماں ہمہ وقت اس کے ساتھ رہتی تھیں۔ سو نانی کو بھی سکون رہتا تھا۔ ایک وہی تھی جو مضطرب سی ادھر سے ادھر چکراتی پھرتی اور جب وہ لوگ آجاتیں تب بھی خاموش خاموش نگاہوں سے ان کے چہروں پر کچھ کھوجتی رہتی۔



ان سے ایک فلور نیچے نانی کی ایک دور پرے کی رشتے دار بھی رہتی تھیں۔ عام حالت میں تو اتنا ملنا جلنا نہیں تھا' مگر آج کل سنا تھا کہ وہ بیمار ہیں۔ چند روز ہاسپٹل میں بھی رہ آئی تھیں۔ سو اب عیادت ضروری تھی۔

دو چار ہدایتیں دے کر وہ نیچے چلی گئیں۔ بیلا لاؤنج میں بیٹھی تھی۔

تب ہی باہر کے طرف کھلنے والے دروازے پر کسی نے دستک دی۔

بیلا نے کسلمندی سے ادھر ادھر دیکھا کہ شاید مشتری گھر کے کسی کونے سے نکل کر دروازہ کھول دے۔ مگر آج اس نے کپڑے دھونے کی مشین لگا رکھی تھی۔ اس کی گھرر گھرر میں کچھ بھی سننا آسان نہیں تھا۔

دوسری دستک پر بیلا کو اٹھنا ہی پڑا۔ شاید اماں اور دری واپس آگئیں۔ اندازہ لگاتے ہوئے اس نے دروازہ کھولا تو سارے ہی اندازے یکسر غلط ثابت ہوئے۔ سامنے عباس

کھڑا تھا۔

"کیا اندر آنے کے لیے بھی نہیں کہیں گی؟۔"

بیلا کو بالکل ساکت سی نگاہوں سے اپنی طرف دیکھتے پا کر وہ دھیرے سے ہنسا۔

بیلا بنا ایک لفظ کہے ایک طرف ہٹ گئی۔ اس اچانک آئے مہمان کو بٹھانے کے لیے فوری طور پر کوئی موزوں جگہ ہی نہیں سوجھ رہی تھی۔ ان کے ہاں عموماً" مہمانوں کو بڑے ہال میں بٹھایا تھا' اس کی آرائش بڑے روایتی سے انداز میں نانی نے کروا رکھی تھی' دری کے جو پروگرام گھر پر ہوا کرتے تھے' اس کی محفل بھی وہیں جما کرتی تھی۔

مگر عباس کو اس ہال میں لے جانے سے وہ نہ جانے کیوں جھجک سی گئی۔

"میں نے آپ سے کہا تھا نا کہ میں آؤں گا۔ دیکھ لیجئے' آگیا نا۔"

اس نے جیسے جتایا اور اطمینان سے قدم بڑھاتے ہوئے سامنے لاؤنج میں بچھے نانی کے تخت پر جا بیٹھا۔

"چلو کم از کم یہ بٹھانے کی مشکل تو حل ہوئی۔" بیلا کو ذرا سکون کا احساس ہوا۔ لاؤنج میں فرش پر ایک پرانا ایرانی قالین تھا' نہ جانے کس زمانے کا۔ اور دیواروں پر قدیم آرٹ کے نمونے۔

نانی کے اچھے وقتوں کا انتخاب

تخت پر سفید براق دہری جھالر والا تخت پوش اور بڑے بڑے سفید ہی گاؤ تکیے' اور کھانے کی چھوٹی سی گول میز کے وسط میں رکھے شیشے کے گلدان میں تھوڑی ہی دیر پہلے ڈالی گئی سرخ گلابوں کی ڈھیر ساری ٹہنیاں' مجموعی طور پر لاؤنج کا تاثر آرٹسٹک تھا۔

عباس نے ایک تعریفی نگاہ آس پاس دوڑائی۔

"آپ کا فلیٹ تو بہت اچھا ہے۔ باہر سے تو بالکل بھی اندازہ نہیں ہوتا کہ اندر سے یہ گھر اتنے کشادہ ہیں۔"

اپنی دانست میں اس نے تعریف ہی کرنا چاہی تھی۔ مگر پھر بھی اسے بیلا کے چہرے پر آتے سائے کو دیکھ کر ایسا لگا' جیسے اس سے پھر کچھ غلط ہوا ہے۔

"کیا میں کچھ غلط کہہ گیا؟" اس نے بمشکل ہی خود کو یہ چھوٹا سا سوال پوچھنے سے باز رکھا۔

"آپ صحیح کہہ رہے ہیں۔ باہر سے تو یہ گھر بہت تنگ تنگ سے محسوس ہوتے ہیں۔" سامنے بیٹھی بیلا ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس کی تائید کر رہی تھی۔ اس بلڈنگ کے ساتھ جڑا تعلق اسے ہمیشہ ہی شدید احساس کمتری میں مبتلا کرتا تھا۔ اس وقت بھی اس نے خود کو بڑی مشکل سے یہ یقین دلایا تھا کہ عباس کا مطلب خصوصیت کے ساتھ کچھ جتانا نہیں تھا۔

"اور سب لوگ کہاں ہیں' آپ کی بہن' والدہ اور نانی وغیرہ؟"

"اس وقت اتفاق سے کوئی بھی نہیں ہے۔ امی اور دری تو بازار گئی ہوئی ہیں اور......!" بیلا کی بات پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ وہ فوراً" اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"پھر تو میں بڑے غلط وقت پر آیا ہوں۔ پھر کسی دن آؤں گا جب سب لوگ گھر پر ہوں۔" اس کی اس ہڑبڑاہٹ میں تعظیم تھی جو اس نے بیلا کو دی تھی۔

جیسے وہ کسی عام سے گانے بجانے والے گھرانے کے بجائے کسی روایتی خاندانی گھر کی تنہائی میں مخل ہوا ہو۔

بیلا کو خود پر سے بہت بڑا بوجھ سا اترتا محسوس ہوا۔ اس روز جب وہ اس کی گاڑی میں بیٹھ کر گھر آئی تھی' تب سے بار بار ہی وہ اسی بدگمانی میں مبتلا ہوتی رہی تھی کہ یقیناً" اس نے اسے بھی کوئی ایسی ویسی لڑکی سمجھا ہوگا۔

"نہیں' بیٹھیں پلیز' نانی تو یہیں نیچے گئی ہیں' میں ابھی بلوا لیتی ہوں۔"

بیلا نے اس بار واقعی اتنے بشاش لہجے میں کہا کہ وہ بیٹھ ہی گیا۔

"مشتری' مشتری!" وہ آواز دیتی ہوئی سامنے والے کاریڈور کی طرف گئی تو عباس کو مزید اطمینان ہوا۔

"یعنی گھر میں کچھ اور لوگ بھی موجود ہیں۔" گاؤ تکیہ کے سہارے ایک پرانا سا ستار آڑا رکھا تھا۔

عباس بے ساختہ ہی اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ میوزک سے اس کا لگاؤ پرانا تھا۔ اور کسی زمانے میں وہ خود ستار بجانا سیکھتا تھا۔

گیلے ہاتھوں کو دوپٹے سے صاف کرتے ہوئے کوریڈور میں سے آتی مشتری نے تخت پر بیٹھے اجنبی مہمان کو ایک نظر دیکھا' جو بڑی مہارت سے نانی کے "سخت ممنوعہ" ستار کے تاروں کو چھیڑ رہا تھا۔

"السلام علیکم!"

سر پر دوپٹہ جماتے ہوئے وہ حسب عادت ہنسی پہلے اور سلام بعد میں کیا۔ اور پھر جھپاک سے دروازے سے باہر نکل کر کسی کو آوازیں دینے لگی۔

بیلا آ کر پھر بیٹھ چکی تھی۔

"آپ بجا لیتے ہیں ستار؟"

اسے جیسے بڑی حیرت ہوئی۔ عباس نے مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔

"بجا لینا تو بہت بڑی بات ہے' میں اس قابل کہاں بس یہ ہے کہ تھوڑی بہت پہچان ضرور ہے۔"

اس کے لہجے کی انکساری سامنے والے کو برے سے برے حالات میں خود اعتماد بنانے لگتی تھی۔ بیلا جیسے اپنے احساس کمتری کو بھولنے لگی۔

"نانی بہت اچھا ستار بجاتی ہیں' مگر ان کا مخصوص وقت ہے' بہت صبح سویرے کا۔"

عباس کی بخشی ہوئی خود اعتمادی کا اعجاز تھا' یا نانی کے کمال فن کا احساس' بہرحال پہلی بار اس نے اپنے گھرانے کے متعلق اتنے اطمینان سے بات کی۔

"یہ بڑے کمال کے لوگ ہیں۔ میرا مطلب آپ کی نانی کی نسل کے لوگوں سے ہے' سچے اور خالص فنکار' ہماری روایتی کلاسیکل موسیقی پر مکمل گرفت رکھنے والے' آج کل کی نسل تو ان کے عشر عشیر بھی نہیں ہے۔"

بیلا خاموشی سے سنے گئی۔

پہلی ملاقات میں اس کی شخصیت اور آواز متاثر کرتی تھی۔ اور دوسری اور تیسری ملاقات تک دل میں خود بخود اس کی عزت جاگنے لگتی تھی۔ اور وہ بھی بہت گہری' انمٹ نقوش چھوڑنے والی۔

بیلا کو عباس کے لیے کچھ ایسا ہی محسوس ہو رہا تھا' وہ ان کم یاب لوگوں میں سے تھا' جن کے پاس دوسروں کی کمزوریوں پر انگلی اٹھانے کا تصور تک نہیں تھا' اور جو کسی بھی انسان کو بطور انسان سو فیصد عزت دینے کے عادی ہوتے ہیں معاشرے میں ان کی حیثیت اور مقام کا یقین کیے بغیر۔

اور بعد میں جس ادب اور لحاظ کے ساتھ وہ نانی سے باتیں کرتا رہا' جس خوش دلی سے اس نے ان کے گھر کی چائے پی اور جس نرمی سے وہ مشتری جیسی معمولی ملازمہ کو "بی بی" کہہ کر مخاطب کرتا رہا۔

ہر ہر بات بیلا کے دل کو چھو کر گزری۔ یہاں تک کہ وہ جانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔ اماں اور دری ابھی تک نہیں لوٹی تھیں۔ نانی کھانے کے لیے اصرار کرنے لگیں تو وہ بڑے سلیقے سے معذرت کرنے لگا۔

"دوپہر کا کھانا تو میں کھاتا ہی نہیں ہوں' ابھی آپ کے ہاں آنے سے پہلے ہی ناشتا کیا تھا۔ رات کو ریکارڈنگ دیر سے ختم ہوئی' تو بس پھر صبح بھی دیر سے ہوئی۔"

بیلا اسے "خدا حافظ" کہنے سیڑھیوں تک آئی۔

"شکر ہے کہ آپ کا موڈ بھی اچھا رہا آج' ورنہ ہماری ہر ملاقات میں آپ کم از کم ایک بار تو ضرور ہی ناراض ہو جاتی ہیں۔" سیڑھیاں اترنے سے پہلے اس نے کچھ یاد دلایا تو وہ حسب عادت ایک بار پھر ہنس پڑی۔

"آپ پھر آئیے گا۔"

عباس دو تین سڑھیاں اتر چکا تھا۔ بیلا کے کہنے پر مڑ کر اس کی طرف دیکھا اور بہت سنجیدگی سے بولا۔

"آپ نہ بھی کہتیں تو بھی مجھے آنا تو ہے ہی۔"

مختصر سا جملہ کہہ کر وہ تیزی سے سیڑھیاں اترتا چلا گیا۔

اور پھر اس نے اپنا کہا پورا بھی کر دکھایا' کبھی ہفتے میں ایک بار اور کبھی دس دن میں' اور پھر رفتہ رفتہ وہ ایک دو دن کے وقفے سے وہاں آنے لگا۔

جس روز اماں اور دری بھی ہوتیں' بیلا ان لوگوں کے ساتھ بیٹھتی ہی نہیں' اصل میں جس دن سے اس کی اماں کے ساتھ دری کے معاملے پر بحث ہوئی تھی۔ وہ اس سے برائے نام ہی بات کر رہی تھیں' گھر میں سب ہی اس سرد جنگ کی وجوہات جاننے کی کوشش میں تھے۔ بیلا نہیں چاہتی تھی کہ عباس کو اس معاملے کی بھنک بھی ملے جس کی تہہ میں گراوٹ اور شرمندگی کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں تھا۔ دوسرے اماں اور دری کی باتوں سے چھلکتا ہلکا پن' اسے اپنی ہی نگاہوں سے گرانے لگتا۔

جتنی دیر عباس وہاں بیٹھتا' دونوں ہی نئے پروگراموں کے کنٹریکٹ لینے اور زیادہ سے زیادہ پے منٹ حاصل کرنے کی باتیں کیے جاتیں۔

عباس ان کی فرمائش پوری کیے جاتا۔ دری کو پوری سہ ماہی کے ایک پروگرام کے لیے وہ بک کر چکا تھا۔ اور اب وہ خود پر جتنا بھی ناز کرتی کم تھا۔

ایک طرف تو عباس جیسے کامیاب ڈائریکٹر کی اس پر نظر کرم ہو چکی تھی اور دوسری طرف عاطف سلمان تھا۔ وہی پروگرام پروموٹر جس سے اماں اور نانی دونوں ہی کو اللہ واسطے کا بیر تھا' مگر دری کی زندگی میں اس کا نام اور مقام دن بدن اہمیت اختیار کرتا جا رہا تھا۔

اس روز رات کے کھانے پر نانی نے ذرا خفگی سے پوچھ

اسے سوفیصد درست ہی لگیں مگر یہ بات مدیحہ سے نہیں کہی جاسکتی تھی کہ وہ پھر ناراض ہوجاتی۔

شکر ہوا کہ اسی وقت بریک ختم ہونے کی بیل ہوگئی' ورنہ یاور کا ذکر چھڑ جانے کے بعد بات لمبی ہونے لگتی تھی۔

مدیحہ نے برسوں سے اسے دیکھا تک نہیں تھا۔ پھر بھی وہ اس کے متعلق باتیں کرتے نہیں تھکتی تھی۔

"کاش میں بھی عباس کے بارے میں اسی طرح بے تکان باتیں کرسکوں مدیحہ کے ساتھ۔" بہت دن سے بیلا کا بھی بارہا یہی دل چاہا تھا۔

عباس کی شخصیت' اس کا رویہ' اور' اور...... کلاس روم کی طرف جاتی ہوئی سیڑھیوں پر چڑھتے ہوئے وہ بے ساختہ ہی ہنس پڑی۔

مدیحہ نے ذرا رک کر مشکوک سی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"کیا ہوا ہے؟"

"کچھ نہیں!" اس نے مسکراتے ہوئے نفی میں سرہلایا اور آگے بڑھ گئی۔

اسے یہ بات ابھی ابھی سمجھ میں آئی تھی کہ مدیحہ' یاور کے بارے میں بات کرتے ہوئے کیسے کہیں سے کہیں پہنچ جاتی ہے۔

کبھی کبھی خود سے جڑے سارے تاریک پہلو بھولنے کو دل چاہنے لگتا تھا' چاہے تھوڑی دیر کے لیے ہی سہی۔



دری کی مصروفیات حد درجہ بڑھی ہوئی تھیں' اس کا وہ "عظیم الشان اسٹیج شو" جیسے عاطف سلمان کررہا تھا۔ ختم بھی ہوچکا تھا' مگر اس کی بازگشت اب بھی سنائی دے رہی تھی۔ میڈیا کے ذرائع میں کم اور دری کی زبان زیادہ۔

"عباس صاحب نے جو میرا پہلا پروگرام ریکارڈ کیا تھا' اس نے آن ایر جانے کے بعد سے لوگوں کو دیوانہ کررکھا ہے۔" آج وہ تھوڑی سی فرصت میں تھی تو بیلا کے کمرے بیٹھی اپنی چاروں اور پھیلتی مقبولیت کا قصہ چھیڑے ہوئے تھی۔ اس میں لامحالہ عباس کا بھی ذکر آرہا تھا۔ اس لیے بیلا کو بھی سننا اچھا لگ رہا تھا۔ آج کل دری' عباس کے پروگرام ہی ریکارڈ کروارہی تھی۔

"تم بھی چلونا کسی دن ریکارڈنگ پر' وہ روز آنہ ہی کسی نہ کسی بہانے تمہیں پوچھتے ضرور ہیں۔" حالانکہ اس دن کے بعد سے دری نے اپنی بات کو دہرایا نہیں تھا' مگر اس وقت وہ کچھ شرارت کے موڈ میں آگئی تھی۔

بیلا سے جھینپ کر کوئی جواب بھی نہیں بن پڑا۔ یہ بھی نہیں کہا کہ پچھلے تین چار بار سے' جب بھی عباس یہاں آیا۔ نانی نے اسے عباس کے سامنے آنے تک سے منع کردیا تھا۔ بس خود ہی اس کی خاطر مدارات کرکے واپس کردیا۔

"ویسے آدمی بہت اچھے ہیں' تمہارے ساتھ تو بہت ہی زیادہ سوٹ کریں گے' تم ان کے ساتھ بہت خوش رہو گی۔" دری خلاف عادت سنجیدہ ہونے لگی۔

"کیا بے وقوفی کی باتیں کرتی ہو دری! ذرا سوچ سمجھ کر بولا کرو۔" بیلا کو گھبراہٹ ہونے لگی' مگر وہ مزید سنجیدہ ہوگئی۔

"میں بالکل ٹھیک کہہ رہی ہوں' وہ تم میں بہت انٹرسٹڈ ہیں' جلد ہی تمہیں پرپوز کردیں گے' اور تم کسی قیمت پر انکار نہیں کرنا۔ چاہے اماں اور نانی کتنا ہی پریشر ڈالیں تم پر' سمجھیں۔"

بیلا نے حیرت سے' اس کی طرف دیکھا۔ وہ اس سے زیادہ بڑی نہیں تھی' مگر جس قسم کے ماحول کو وہ برت رہی تھی' اس کا تجربہ اب باتوں میں بھی جھلکنے لگا تھا۔

"میں احمقوں کی جنت میں نہیں رہتی ہوں دری!" اس نے حتی الامکان اپنے لہجے کو سخت کرنا چاہا (حالانکہ پچھلے کئی دن سے وہ "احمقوں کی جنت" میں ہی رہ رہی تھی' بلکہ یہ ہمیشہ سے ہی اس کا پسندیدہ کام تھا) اور دوسرے ایسے سوچنا بھی مت کہ میں اماں اور نانی کی مرضی کے خلاف ایک قدم بھی اٹھاؤں گی۔"

ایک طنزیہ مسکراہٹ دری کے چہرے پر ابھر آئی' بیلا کے چہرے پر نگاہیں جمائے وہ چند پل تو بالکل ہی خاموشی سے اس کے چہرے کو تکے گئی پھر دھیرے سے بولی۔

"تم بہت ہی بے وقوف ہو بیلا! تم کیا سمجھ رہی ہو' یہاں اس فلیٹ میں کوئی شریف زادہ برات لے کر آئے گا' یہاں رہتے ہوئے جو چھاپ ہم پر لگ چکی ہے' اسے مٹانے کی جرات ہے کسی میں؟ اس بلڈنگ سے باہر کے لوگ' یہاں کی سب ہی رہنے والیوں کو ایک ہی نگاہ سے دیکھتی ہیں کوئی ایک پل کے لیے بھی یہ سوچنے کی زحمت نہیں کرتا کہ گائیکی سے جڑے کتنے ہی گھرانے' اپنی کسمپرسی اور عزت سے زندگی گزارنے کی خواہش کو لیے کیسے تاریک دور سے

گزرتے ہیں۔"

بیلا دم بخود سی اس کی شکل تکے گئی۔

"مگر دری! ہم لوگ کوئی اور کام بھی تو کرسکتے ہیں چھوڑ دیتے ہیں یہ فلیٹ' کہیں اور کوئی چھوٹا سا گھر لے لیتے ہیں۔ ہم دونوں جاب کریں گے مل کر۔" بیلا ایک دم ہی پرجوش سی ہوگئی۔

آج اس نے دری کو معاف کردیا تھا اس نے دیکھا تھا کہ بات کرتے ہوئے اس کی آنکھوں میں آنسو چمکتے رہے تھے۔

"جب ہم یہاں سے نکل جائیں گے تو آخر کہیں تو سیٹ ہو ہی جائیں گے نا۔" بیلا ایک بار پھر پرامید ہونے لگی' آج پہلی بار دری اسے بہت بڑا سہارا محسوس ہورہی تھی۔ مگر دری اب کسی آزمائش میں پڑنے کے لیے ہرگز تیار نہیں تھی۔ وہ اپنی راہ متعین کرچکی تھی اور اس کی منزل بھی اب اسے آس پاس ہی نظر آرہی تھی۔ بیلا کی بات سنتے ہوئے وہ مسلسل نفی میں سرہلا رہی تھی۔

"اس طرح گھٹ گھٹ کر جیے جانے والی زندگی میں کبھی نہیں جی سکتی ہوں بیلا! میں اپنا حال اور مستقبل دونوں محفوظ کرکے رہوں گی' اور تمہیں بھی یہی مشورہ دوں گی کہ جس طرح میں نے عاطف کا انتخاب کرلیا ہے' تم بھی عباس کے بارے میں تھوڑی سی خود غرض بن کر سوچو۔ مقام' شناخت سب کچھ بدل جائے گا تمہارا۔ زندگی بدل جائے گی۔"

بیلا کے چہرے پر پھر سے ایک سایہ سا لہرایا۔

"عاطف کا ساتھ مجھے وہ سب دے گا بیلا! جس کا میں نے کبھی خواب بھی نہ دیکھا ہوگا۔ کہیں سے کہیں پہنچا دے گا وہ میری مقبولیت کو۔" بیلا کو ڈر لگنے لگا۔

"پتا نہیں وہ شخص دری کے ساتھ اتنا مخلص ہے بھی یا نہیں' جتنا کہ وہ سمجھ بیٹھی ہے۔"

دری کی باتوں میں وقفہ تب ہی آیا۔ جب مشتری نے اس کے کمرے سے اس کا موبائل لاکردیا۔ عاطف کی کال تھی۔

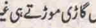
دری فوراً" ہی موبائل کان سے لگائے وہ گیلری میں جا کھڑی ہوئی۔

اس کے لہجے کی کھنک' آواز کا اتار چڑھاؤ' یقیناً" دوسرے فون پر موجود شخص پر بری طرح اثر انداز ہورہا تھا اور اس کی مسکراہٹ گہری ہوتی جارہی تھی۔

بیلا بغور اسے دیکھے گئی۔

بیلا کو اپنے حلق میں کڑواہٹ سی گھلتی محسوس ہونے لگی۔

یہاں کسی کو نہیں بدلنا تھا' اور نہ ہی کوئی بدلنا چاہتا تھا' کوئی آسائشوں کو تج کرکے' خود کو آزمائش کی بھٹی میں جھونکنے کے لیے تیار نہیں تھا' اور اپنے اس رویے کو بڑے فخر سے "حقیقت پسندی" کا نام دیتا تھا۔



عباس کو گلی میں گاڑی موڑتے ہی غیر معمولی سناٹے کا احساس ہوا۔

ویسے تو یہاں دن میں عموماً" چہل پہل کم ہی ہوتی تھی' مگر آج جیسا سناٹا بھی پہلے کبھی محسوس نہیں ہوا تھا۔

چند ایک فلیٹوں پر تالے بھی پڑے ہوئے تھے۔

"کہیں کوئی چھاپا والا نہ پڑگیا ہو۔"

ایک سرسری سا خیال ذہن سے گزرا تو وہ تیزی سے اگلی سیڑھیوں چڑھتا پر چلا گیا۔ اس نے ہاتھ سے دستک کو ہی کافی سمجھا۔ دروازہ مشتری نے کھولا تھا۔

حسب عادت وہ ہنسی ضرور' مگر عباس کو صاف لگا کہ وہ اسے دیکھ کر پریشان ہوگئی ہے۔

"سارے لوگ گئے ہوئے ہیں دوسرے محلے' تعزیت کرنے۔" اس نے وہیں کھڑے کھڑے کہیں اور ہونے والے واقعے کی تفصیل سنائی۔

کھلے ہوئے دروازے میں سے مشتری کے پیچھے نظر آتا لاؤنج واقعی سنسان تھا۔

عباس کی سمجھ میں آج یہاں پھیلے سناٹے کی وجہ بھی آگئی۔

بہت ناامید سا ہوکر جب وہ واپس سیڑھیوں کی طرف پلٹ رہا تھا تو بالکل ہی غیر متوقع طور پر مشتری نے اسے آواز دی تھی۔

"آپ اندر آجائیں' بیلا باجی تو گھر پر ہی ہیں۔"

عباس نے بہت مشکور سی نظروں سے اس کی طرف دیکھا تو وہ نگاہیں چرا گئی۔

"آپ بیٹھیں' میں بیلا باجی کو بھیجتی ہوں۔" وہ لاؤنج میں کھڑی اسے کہہ ہی رہی تھی کہ سامنے کے دروازے سے بیلا خود ہی باہر چلی آئی۔ "دروازے پر کون......!"

جو کچھ وہ پوچھ رہی تھی' اس کا جواب سامنے ہی تھا۔

مشتری غیر محسوس سے انداز میں وہاں سے جا چکی تھی۔

اسے یوں گم صم سا اپنی طرف دیکھتا پا کر' وہ بہت دن بعد بڑے دل سے ہنسا۔

"ایسے کیوں دیکھ رہی ہو' نظر لگانے کا ارادہ ہے کیا؟"

بہت دن ہوئے وہ آپ جناب کے تکلف سے نکل کر اسے سیدھا سیدھا "تم" کہہ کر مخاطب کرنے لگا تھا۔ بیلا کو اچھا بھی لگتا' مگر اس وقت اس کی بات پر ذرا بھی دھیان دیے بغیر وہ خوفزدہ سی ہو گئی۔

"آپ اس وقت کیوں آ گئے' گھر پر نانی بھی نہیں ہیں' آپ کے آنے کا سنا تو وہ بہت خفا ہوں گی۔"

"وہ میرے یہاں آنے پر نہیں' بلکہ تمہارے مجھ سے ملنے پر خفا ہوں گی۔"

اس نے نزدیک پڑی کرسی پر بیٹھتے ہوئے بہت اطمینان کے ساتھ تصحیح کی۔

"وہی تو میں کہہ رہی ہوں کہ وہ بہت سختی سے منع کر کے گئی تھیں کہ اگر آپ آئیں تو....."

عباس کی بے ساختہ ہنسی پر اسے اپنی بات کے بے تکے پن کا احساس ہوا تو یک دم ہی خاموش ہو گئی۔

"چلو شکر ہے' تمہاری نانی کے رویے نے میرا ایک بڑا کام تو آسان کر دیا ورنہ میں تو یہاں سے واپسی پر راستے بھر یہی گنگناتا تھا کہ "جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے' باغ تو سارا جانے ہے۔"

بیلا یوں ہی فرش پر بچھے پرانے سے قالین پر نگاہیں جمائے بیٹھی رہی۔

"بیلا! ادھر دیکھو میری طرف۔" اس بار اس کے لہجے میں بے سنجیدگی تھی۔

"آخر تم کیوں اتنا ڈر رہی ہو' تمہارے گھر والوں کو میں بہت جلد قائل کر لوں گا۔ اور میری کوئی ایسی دھو کے بازوں جیسی شکل تو ہے بھی نہیں۔ جو تمہاری نانی مجھ سے سخت الرجک ہوتی جا رہی ہیں۔"

بیلا کے چہرے پر پھیلی گھبراہٹ کو دور کرنے کی خاطر وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ شاید اپنے متعلق وہ ضرورت سے زیادہ پر اعتماد تھا یا پھر اسے نانی اور اماں کے بارے میں ابھی تک کچھ بھی نہیں جان سکا تھا۔

"ہمارے ہاں سے لڑکی نکال کر لے جانا آسان نہیں ہے' خوب دیکھ رکھا ہے اس طرح کی شادیوں کا انجام' ہمیں اپنی بچی برباد نہیں ہونے دینی کسی بھی قیمت پر۔"

دری کے پروگرام کی ریکارڈنگز ختم ہو چکی تھیں اور اب کوئی ایسی وجہ نہیں تھی جو اماں اور نانی کو عباس کے خلاف بات کرنے سے روک سکتی۔

مگر عباس جیسے خوش گمان سے یہ سب کہنا بھی تو آسان نہیں تھا۔

"ہم بہت خوش رہیں گے بیلا! مجھے پورا یقین ہے۔ سچ بتاؤں' جب تم پہلی بار در نجف کے ساتھ ریکارڈنگ کے لیے آئی تھیں' تب ہی میں جان گیا تھا کہ تم ہی ہو' جس کے ساتھ میں خوش رہ سکتا ہوں۔ حالانکہ یہ کتنی احمقانہ سی بات لگتی ہے آج کل کے دور میں لیکن میرے ساتھ ایسا ہی....."

اس تھوڑے سے وقت میں اس کے پاس کرنے کے لیے کتنی ہی خوبصورت باتیں تھیں۔

بیلا نے اپنی آنکھوں میں تیزی سے پانی جمع ہوتا محسوس کیا۔

"ہر ملاقات پر تم ناراض ہو جاتیں اور میں شرمندہ سا بقیہ سارا وقت اس پلاننگ میں گزارتا کہ اگلی بار کوئی ایسا موقع ہی نہیں دوں کہ تم..... اصل میں میں تم سے ڈرتا بھی بہت ہوں' کالج کے گیٹ پر آنا تمہیں ناپسند' ریکارڈنگ پر آنا تمہیں اچھا نہیں لگتا اور جو میں یہاں آؤں تو....." وہ ایک دم ہی دونوں ہاتھ میں منہ چھپا کر رو پڑی۔

عباس کی چلتی ہوئی زبان کو جیسے پل بھر کے لیے بریک لگا۔

"بیلا' بیلا پلیز!"

وہ بے ساختہ ہی اس کے نزدیک جا کھڑا ہوا۔

"اس طرح رونے کی کیا بات ہے' کسی نے تمہیں کچھ کہا ہے کیا' مجھے بتاؤ تو سہی۔"

اس کے ہاتھ نے بیلا کے سر کو دھیرے سے چھوا مگر وہ اسی بے قراری کے ساتھ روئے گئی۔ تو اسے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اسے کس طرح خاموش کرائے۔ نیچے قالین پر اس کے قدموں کے نزدیک بیٹھتے ہوئے عباس نے امید کا ایک روشن سرا پھر سے اسے تھمانا چاہا۔

"ہماری زندگی میں خدا نے چاہا تو کوئی دکھ' کوئی پریشانی نہیں ہو گی۔ جو لوگ ـــــ ابھی تم پر دباؤ ڈال رہے ہیں' کل کو اپنی باتوں پر خود شرمندہ ہوں گے۔"

"بس کریں عباس!" بیلا نے یک دم ہی جھکا ہوا سر اٹھا کر اسے سخت سے لہجے میں ٹوکا۔

"اور آپ جائیں یہاں سے' ہمارا کوئی لینا دینا نہیں آپ سے' کوئی جوڑ' کوئی نسبت نہیں ہے' پھر کیوں آپ ہمارا پیچھا نہیں چھوڑ رہے آخر؟۔ ہمارے گھر میں سب لوگ آپ کی عزت کرتے ہیں' آپ کے احسان مند ہیں کہ آپ نے دری کے لیے اتنا کچھ کیا' مگر اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ آپ اپنی مرضی سے' جو کچھ بھی سوچ لیں ہم اسے پورا کرنے کے پابند ہو گئے۔"

دل کی ایک نہ سنے بغیر بیلا نے پوری فرماں برداری کے ساتھ وہی کچھ کہا' جس کی تلقین نانی آج کل کر رہی تھیں' مگر پھر بھی وہ مجرم بن ہی گئی۔

بیرونی دروازے سے اندر آتی نانی اور اماں آنکھوں دیکھی خطا کو جھٹلانے کے لیے بالکل بھی تیار نہیں تھیں۔ لاؤنج میں بچھے تخت کے کنارے پر بیٹھی روئے روئے سے چہرے والی بیلا اور نزدیک ہی نیچے کارپٹ پر بیٹھا عباس اس دل گرفتہ سے منظر کا انہوں نے وہی مطلب لیا جو انہیں لینا تھا۔

"تم جاؤ اپنے کمرے میں' مجھے کچھ بات کرنی ہے۔" نانی نے سب سے پہلے بیلا کو وہاں سے ہٹانا ضروری سمجھا' اور ان کا اشارہ پاتے ہی وہ اس تیزی سے اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف بھاگی کہ عباس اسے رکنے کے لیے بھی نہ کہہ سکا۔

"یہ ساری لڑائی مجھے اپنے ہی بل پر لڑنی ہے۔" ایک گہری سانس لیتے ہوئے وہ اٹھ کر کھڑا ہوا۔

"بیٹھ جائیں عباس میاں!" نانی کے کسی انداز سے اب تک یہ ظاہر نہیں ہوا تھا کہ وہ کس موڈ میں ہیں' البتہ اماں کے چہرے کے تاثرات شدید بگڑے ہوئے تھے۔ وہ ان چند لمحوں میں ہی یقیناً "بہت کچھ کہہ سن چکی ہوتیں مگر عباس نے دیکھا تھا کہ نانی نے انہیں ہاتھ کے اشارے سے روکا تھا۔

ٹھیک سامنے والی کرسی پر وہ پوری امید لیے بیٹھا تھا کہ اب نانی کی طرف سے لعنت ملامت کا سلسلہ شروع ہو گا' مگر وہ چند لمحے محض خاموشی سے اس کا چہرہ تکے گئیں۔

اپنی تمام تر خود اعتمادی کے باوجود عباس نے خود کو تھوڑا بے چین سا محسوس کیا' پہلی بار اسے نانی کی آنکھوں میں اتری بے مہری کا احساس ہوا۔

کھوج لگاتی ہوئی' دوسرے کو اس کی حدود یاد دلاتی ہوئی' اس سے پہلے اسے ان کی شخصیت کے اس پہلو سے کبھی واسطہ نہیں پڑا تھا۔

"عباس میاں!" بالآخر انہوں نے بات شروع کی۔

"ہم نے کوشش تو بہت کی کہ یہ موقع نہ آئے۔ جو روبرو ہو کر اس تلخ موضوع کو چھیڑا جائے۔ مگر آپ خود یہ نوبت لائے ہیں۔"

ان کے الفاظ گو ابھی اتنے سخت نہیں تھے' پر لہجے میں سرد مہری اتری ہوئی تھی۔

"آپ ہمارے کرم فرما ہیں۔ احسانات ہیں آپ کے ہمارے گھرانے پر غلطی ہم سے ہوئی جو یہ سمجھ بیٹھے کہ ان احسانات کے پیچھے آپ کی کوئی غرض نہیں چھپی' جب کہ یہاں کا تو قاعدہ ہے کہ چانس دینے والے کو قیمت ادا....."

عباس کے برداشت کی حد یہیں تک تھی۔

ایک شدید غصے کی لہر جو اچانک ہی اس کے اندر اٹھی تھی۔ اس میں نانی کا رعب داب' خود اس کی اپنی مصلحتیں' سب ہی کچھ بہتا چلا گیا۔ یاد رہ گئی تو صرف اور صرف اپنے جذبے کی سچائی۔

"مت کریں اس طرح کی باتیں' جو مجھے ہی نہیں خود آپ کو بھی اپنی نظروں سے گرا رہی ہیں۔ کوئی صفائی نہیں دینا مجھے' بس صرف ایک بات۔" سامنے کمرے میں بیٹھی بیلا نے حرف بہ حرف اسے سنا۔

"میں بیلا سے شادی کرنا چاہتا ہوں اور آپ کو اس کی اجازت دینا ہو گی۔"

اماں زور زور سے اسے برا بھلا کہہ رہی تھیں۔ نانی اور عباس کی ملی جلی آوازیں۔ مگر اس نے آگے کچھ بھی سننے اور سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ جو بات' وہ نہ سننا چاہ رہی تھی اور نہ سوچنا وہ ایک دم ہی بڑی معتبر' بڑی اعلا' ارفع سی شکل اختیار کرنے لگی۔

اب تک اسے خود بھی یقین نہیں تھا کہ عباس اتنے دو ٹوک انداز میں نانی کے سامنے اپنی بات کہہ سکتا ہے' اور خود نانی اور اماں کا بھی یہی خیال تھا کہ عباس نے اگر شادی کا پیغام بھی دیا تو اسے خفیہ رکھنا چاہے گا۔ مگر ایسا کچھ بھی نہیں تھا۔

"میری امی اس شہر میں نہیں رہتیں اور کافی عرصے سے وہ بالکل ہی بستر پر ہیں۔ ورنہ وہ خود یہاں آ کر آپ سے بیلا کے لیے درخواست کرتیں پھر بھی میں کوشش کروں گا کہ....."

بیلا کا بے ساختہ ہی دل چاہنے لگا کہ وہ دروازہ کھول کر لاؤنج میں موجود عباس کے قدموں میں سر رکھ دے۔

بھلے سے نانی اور اماں اسے اب ساری عمر یہیں اسی گھر' اسی ماحول میں رہنے پر مجبور کریں' اب وہ بخوشی یہاں ساری زندگی بتا سکتی تھی' اپنے سارے احساس کمتری سے قطعی آزاد ہو کر۔

عمر بھر کے اس گہرے گھاؤ کے بھرنے کو بس اتنا مختصر سا وقفہ ہی درکار تھا۔

وہ حیران سی ہوتی اپنے کمرے سے ملحقہ گیلری میں نکل آئی۔

باہر سب کچھ ویسا ہی تھا' ہمیشہ کی طرح وہی مخصوص چہرے' روایتی سی چہل پہل' لیکن آج اسے وہ سب' اس کی اوقات جتاتے ہوئے محسوس نہیں ہوئے؟ اس کے وجود کی اہمیت کو تسلیم کرلیا گیا تھا۔ اس کے اوپر لگے لیبل کے باوجود! اور جس نے خود کو ہمیشہ ہی زمانے سے زیادہ خود کو اپنے سامنے مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا رکھا تھا' اس کے لیے "باعزت بری" ہونے کی نوید سے بڑھ کر کون سی خوش خبری ہو سکتی تھی۔ عباس کی زبان سے ادا ہوئے چند الفاظ بے حد قیمتی تھے' اس کی شرافت اور نیک چلنی کی گواہی دیتے ہوئے الفاظ اور اسے خود اپنے لیے ہمیشہ سے ہی صرف اس کی ضرورت تھی۔

تب ہی اس نے عباس کو عمارت کے مرکزی دروازے سے نکل کر اپنی گاڑی کی طرف جاتے ہوئے دیکھا۔



دری کا شناختی کارڈ نانی کے پاس رہتا تھا' مگر جب سے وہ شوز پر زیادہ جانے لگی تھی' اس نے ان سے لے کر اپنے ہی پاس رکھنا شروع کر دیا تھا۔

بات ٹھیک بھی تھی بھی۔

مگر اب چند دن سے نانی کو اس کے کارڈ کی یاد ستا رہی تھی' تو وہ مستقل ٹال مٹول کیے جا رہی تھی۔

اس کا رویہ پہلے ہی سب کو شک میں ڈالے رکھتا تھا اب تو وہ اور بھی مشکوک ہو گئیں۔

"کہہ تو رہی ہوں کہ مل نہیں رہا ہے' ڈھونڈ تو رہی ہوں' معلوم نہیں کہاں رکھ دیا ہے۔"

دوپہر کے کھانے کے بعد سے سب اس کے سر پر سوار تھے اور وہ جھنجلا رہی تھی۔

"ایسا کہاں رکھ دیا ہے جو ملنے کا نام ہی نہیں لے رہا' ساری الماریاں چھان لیں' گھر کا کونہ کونہ دیکھ لیا' آخر گیا کہاں؟" نانی اس سے زیادہ خفا تھیں۔

ویسے بھی جب سے عباس' علی الاعلان اپنی خواہش کا اظہار کر کے گیا تھا وہ اپنی عادت کے برخلاف بات بات پر ناراضی کا اظہار کرنے لگی تھیں۔

گھر میں ہر وقت ہی ایک کھنچاؤ کی سی کیفیت برقرار رہتی۔

اور تو اور' بے چاری مشتری کو بھی اس روز عباس سے کی گئی ہمدردی کی سزا اب تک بھگتنا پڑ رہی تھی۔ سارا دن اس پر پھٹکار پڑتی رہتی۔

اس وقت بھی حالانکہ وہ پوری تندہی کے ساتھ دری کے کمرے کی الماریوں کی تلاشی میں جتی ہوئی تھی' مگر نانی اس کے سارے اگلے پچھلے قصور گنوائے جا رہی تھیں۔

ایک وہی تھی جو گھر میں بالکل پرسکون' شانت سی نظر آتی۔

اسے مشتری پر رحم آنے لگا تو وہ اس کی مدد کو چلی آئی۔ ویسے بھی اس بے چاری نے بیلا ہی کی محبت میں یہ سب کچھ سہا تھا۔

"ایسا کرو مشتری! ساری الماری خالی کرو' پھر دوبارہ سیٹ کریں گے۔"

مشتری مایوسی سے نفی میں سر ہلانے لگی۔

"نہیں بیلا باجی! الماری میں نہیں ہے۔ میں دو بار اسی ہفتے میں الماری خالی کر چکی ہوں' بیڈ کے نیچے رکھے ہوئے سامان کو نکال کر نیچے دیکھ لیتے ہیں۔" دری اطمینان سے صوفے پر نیم دراز ریموٹ ہاتھ میں لیے ٹی۔وی کے چینل پر چینل بدلے جا رہی تھی۔ مشتری کی بات پر ایک دم ہی زور سے ہنس پڑی۔

"تم لوگوں کا تو ہو گیا ہے دماغ خراب' اتنا سا کارڈ بھلا بیڈ کے نیچے رکھے سامان تک کیسے پہنچ سکتا ہے۔ کیوں اپنا وقت برباد کرنے پر تلے ہوئے ہو۔"

بیلا نے اس کے مسکراتے ہوئے چہرے کو ذرا حیرت سے دیکھا' وہ جتنی مطمئن نظر آ رہی تھی' اس سے صاف اندازہ لگ رہا تھا کہ اس کا کارڈ کم از کم کھویا تو ہرگز بھی نہیں ہے۔

"تم یہ سب سمیٹ کر کمرہ ٹھیک کر دو' مل جائے گا کارڈ بھی جب ملنا ہو گا۔ ایسی کون سی ایمرجنسی آن پڑی ہے۔" وہ ٹی وی بند کر کے سیدھی ہو بیٹھی۔ "اور بیلا! تم تو فارغ ہی ہونا اس وقت' ذرا میرے ساتھ بازار چلو' شاپنگ کا دل چاہ

رہا ہے۔"

وہ اپنی بات کہتے ہوئے الماری تک پہنچ کر' کپڑے منتخب کرنے لگی۔

یہ اس کی پرانی عادت تھی۔

پروگرام منٹوں سیکنڈوں میں بنتے اور بگڑ بھی جاتے۔ اب اگر اس وقت باہر جانے کی ٹھان ہی لی تھی تو جانا ہی تھا۔

"اچھا' مگر پہلے نانی سے پوچھ لو۔"

دری کو اس کے فوراً "تیار ہو جانے پر حیرت تو ہوئی' مگر اظہار بالکل بھی نہ کیا۔

"تم جا کر کپڑے چینج کرو۔ نانی کو میں بتا دوں گی۔" اس کے لیے اب "اجازت" کا لفظ رسمی ہی تھا۔ بیلا تیار ہو کر آئی تو دری لاؤنج ہی میں کھڑی تھی' جب سے اس کی شوبز کی مصروفیت میں اضافہ ہوا تھا' تب سے روزمرہ کے معمول میں وہ بڑی سادگی پسند ہوتی جا رہی تھی۔ بیلا کو وہ سادگی میں اور بھی زیادہ خوبصورت محسوس ہوتی تھی' اس وقت بھی ہلکے لیمن کلر کے سوٹ میں بڑے خوبصورت شیڈ کی لائٹ سی لپ اسٹک لگا کر وہ کھڑی تھی۔ بیلا سمجھ رہی تھی کہ شاید' نانی اس کے جانے پر معترض ہوں گی' مگر شاید دری کی وجہ سے انھوں نے کوئی اعتراض نہ کیا تھا۔

نیچے ارشاد گاڑی لیے منتظر تھا۔ ارشاد عادتاً "کم گو تھا یا مالکوں کی" خصوصی حیثیت" کے پیش نظر اس نے زبان بندی کی عادت کو خود پر لازم قرار دے لیا تھا۔ بہرحال اس وقت جب وہ گھر سے اچھے خاصے فاصلے پر آ چکے تھے اسے ایک دم ہی کچھ یاد آیا۔

"دری بی بی! اپنے شناختی کارڈ کا نمبر مجھے آج ضرور دے دیجیے گا۔ نانی کہہ رہی ہیں کہ اس کی گم شدگی کی رپورٹ درج کرانی ہو گی۔"

"خدایا!" دری نے ایک ہاتھ ماتھے پر رکھتے ہوئے سر کو بڑے تاسف کے ساتھ نفی میں ہلایا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے کسی رپورٹ وغیرہ کی' ارشاد بھائی! نانی کو ٹال دینا کسی بھی طرح فی الحال۔ مل جائے گا شناختی کارڈ بھی۔ میں تو اب سچ مچ تنگ آ گئی ہوں' اس ہر وقت کی جواب دہی سے۔"

بیلا کو اب خود بھی تھوڑا سا تجسس ہو چلا تھا' سو دری کی خفگی کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھ ہی لیا۔

"تو پھر آخر گیا کہاں تمہارا آئی ڈی کارڈ؟"

"عاطف کو دیا تھا' پاسپورٹ بنوانے کے لیے۔ اب اس سے واپس لینا یاد ہی نہیں رہتا۔ ویسے بھی وہ آج کل بہت مصروف ہے' لوگ پیچھے پیچھے پھر رہے ہیں اس کے کہ فارن ٹور میں ان کا بھی نام آ جائے۔"

بیلا حیرت سے منہ کھولے اسے دیکھتی رہ گئی۔

جس بے نیازی اور خود اعتمادی سے اس نے اپنا پاسپورٹ بنوانے کی اطلاع دی تھی' اس سے صاف ظاہر تھا کہ اب گھر والوں کی اس کی زندگی میں ثانوی حیثیت ہی رہ گئی ہے' بیلا کو واقعی صدمہ ہوا تھا۔

"اور تم نے نانی یا اماں سے ذکر بھی نہیں کیا؟"

"کیا کرتی ذکر کر کے' کون سا ان لوگوں نے اجازت دے دینا تھی' ایک دم ہی دونوں مشکوک ہو کر الٹی سیدھی پابندیاں عائد کرنا شروع کر دیتیں۔" دری بے زاری سے سر جھٹک کر باہر دیکھنے لگی۔

"بہرحال جو بھی کرتیں' تمہارے فائدے کے لیے ہی......"

"کیا فائدہ؟ کیا فائدہ ہے میرا اس تھرڈ کلاس جگہ پر رہنے میں!؟" اسے درحقیقت اب اس اندھی' گونگی فرماں برداری سے وحشت ہونے لگی تھی۔ "کھوکھلے دہرے معیار ہیں ہمارے گھر کے یا تو چھوڑ دیتیں اماں اور نانی اس جگہ' اس ماحول کو' بس جاتیں کسی شریف غریب آبادی میں۔ پال لیتیں محنت مزدوری کر کے ہم دونوں کو' اور جب ایسا نہیں کیا ہے تو پھر اب' ہمیں اپنا راستہ بنانے دیں' مت کریں ہماری راہ کھوٹی' اور میں تو بہرحال کسی کو ایسا کرنے بھی نہیں دوں گی۔" اس کے لہجے میں قطعیت تھی' اور وہ اسے بات کی بھی پروا نہیں رہی تھی کہ ارشاد' نانی کا کتنا خاص آدمی ہے' جس سے نانی رتی رتی کی تفصیل لیتی ہیں۔

گاڑی اچانک ہی رک گئی۔

بیلا نے کچھ چونک کر سامنے دیکھا تو وہ لوگ ایک کئی منزلہ بلڈنگ کے سامنے کھڑی تھیں۔

"تم تو کہہ رہی تھیں کہ شاپنگ پر جانا ہے؟" بیلا کو اس کی غلط بیانی پر غصہ آنے لگا۔ مگر دری دروازہ کھول کر اتر چکی تھی۔

"ہاں' بس پانچ منٹ کا کام ہے یہاں' پھر شاپنگ پر ہی چل رہے ہیں۔ آؤ اترو۔" بیلا کا ایک بار تو دل چاہا بھی کہ دری کے ساتھ اندر جانے سے صاف منع کر دے مگر خود پر ضبط کرتے ہوئے اتر ہی گئی۔

ارشاد لاتعلقی سے گاڑی سے باہر کھڑا' ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔

بیلا کو پہلی بار شک سا گزرا کہ ارشاد کی وفاداریاں اب نانی کے بجائے دری کے ساتھ ہیں۔ اس وقت جب وہ بنا دری کے ایک لفظ کہے انہیں سیدھا یہاں پہلے لایا تھا تو یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ اسے دری کے پروگرام کا پہلے سے علم تھا۔

"عباس صاحب کے پروڈکشن ہاؤس کا آفس یہیں ہے' اور اس وقت مجھے ان ہی سے تھوڑا سا کام ہے۔" جب وہ دونوں شیشے کا بڑا سا داخلی دروازہ کھول کر اندر آرہی تھیں تو دری نے ذرا شرارت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ یہ انکشاف بھی کر دیا۔

بیلا ایک دم ہی رک گئی۔

کچھ عجیب سی جھجک آڑے آنے لگی۔ "تم بھی بس عجیب ہو' بتا تو دیتیں کم از کم۔"

"بتا دیتی تو تم ضرور ہی آجاتیں میرے ساتھ۔ چلو' یوں مت کھڑی ہو' آتے جاتے لوگ بھی دیکھ رہے ہیں۔"

دری نے آگے بڑھتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام لیا' بیلا کو چلنا ہی پڑا۔

"نانی نے ان سے تین مہینے کا ٹائم لیا ہے' تمہارے امتحان کا جواز دے کر خدا کرے کہ تین ماہ بعد ہی سہی اماں اور نانی نیک نیتی کے ساتھ یہ کام کر ہی ڈالیں۔ مجھے معلوم نہیں کیوں ان لوگوں کی طرف سے اطمینان نہیں ہو پا رہا ہے۔"

دری اس کے ساتھ چلتے ہوئے اپنے خدشات کا اظہار کیے گئی' آج کل وہ ہر معاملے کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھنے کی عادی ہو گئی تھی۔

بیلا خاموش رہی۔

دل کو جو گہرا سکون اور اطمینان آج کل حاصل تھا' وہ اسی میں مگن تھی۔

عباس جیسے کھرے اور سچے انسان نے اس کو اپنانے کی تمنا کی تھی۔ یہی خوش بختی کیا کم تھی۔ اس سے آگے تو سوچتے ہوئے بھی ڈر سا لگنے لگتا تھا۔

لفٹ سے باہر نکلتے ہی ایک بڑا سا کاریڈور سامنے تھا۔ دری تیز تیز چلتے ہوئے بائیں ہاتھ پر مڑی اور پھر جھپاک سے ایک کھلے ہوئے دروازے میں داخل ہو گئی۔ دری کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ یہاں اکثر ہی آتی رہتی ہے۔

ایک ہال نما کمرے میں چند لوگ موجود تھے' دری کو وہ سب جانتے تھے' اسے دیکھتے ہی ایک لڑکا اٹھ کر نزدیک آگیا۔

"عباس صاحب تو گئے ہوئے ہیں۔"

بیلا اور دری دونوں ہی تھوڑا سا چونکیں۔

"عباس صاحب کہاں گئے ہیں؟۔"

"آپ کو نہیں معلوم' ان کی والدہ کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہو گئی ہے۔ اچانک ہی پرسوں رات جانا پڑ گیا انہیں۔ بہت پریشان تھے بے چارے۔"

بیلا کو اندازہ ہو رہا تھا کہ عباس کو کس پریشانی کے عالم میں یہاں سے جانا پڑا ہو گا۔

اسے اپنی امی سے بے حد محبت تھی۔ پہلے جب وہ ان کے ہاں آتا رہتا تھا تو اکثر ہی بہت پیار سے اپنی والدہ کا ذکر کرتا تھا۔ دری کے پاس عباس کا موبائل نمبر تھا۔ وہیں کھڑے کھڑے اس نے عباس کو ٹرائی کرنے کی کوشش کی مگر نمبر نہ مل سکا۔

"چلو' پھر تھوڑی دیر بعد ٹرائی کریں گے' ان کی امی کی طبیعت پوچھنا تو بہت ضروری ہے۔" وہ دونوں مڑنے ہی لگی تھیں کہ بیلا کی نگاہ سامنے والے کمرے پر جا ٹھہری۔

"یہ عباس صاحب کا آفس ہے' وہ یہیں بیٹھتے ہیں۔"

دری نے اس کی توجہ اس طرف دیکھ کر یہ چھوٹی سی اطلاع بھی دے ڈالی' مگر بیلا کی نگاہ بند دروازے کے اوپر لگی نیم پلیٹ پر جیسے جم سی گئی تھی۔ جہاں بڑی خوبصورت تحریر میں لکھا تھا۔

"یاور عباس....!"

"کیا ہوا!" دری کو اس کے چہرے پر پھیلی بے چینی صاف محسوس ہونے لگی۔

"یہ' یہ والا روم؟۔"

بیلا نے اٹکتے ہوئے تصدیق کرنا چاہی' تو دری کچھ نہ سمجھتے ہوئے بھی اثبات میں سر ہلانے لگی۔

"ہاں' عباس صاحب کا پورا نام یہی تو ہے۔ مگر یہاں سب کہتے عباس صاحب ہی ہیں۔" آفس سے باہر آتے ہوئے' وہ عام سے انداز میں بتانے لگی۔

"گھر والے تو ابھی ملتان میں ہی رہتے ہیں۔ لیکن بہت جلد سب کو یہیں بلوانے والے ہیں۔ اب دیکھو' اللہ خیر کرے' کتنے دن میں سنبھلتی ہے ان کی والدہ کی طبیعت۔"

بیلا گم صم سی کیفیت میں اس کے ساتھ ساتھ چلتی ہوئی

لفٹ کی طرف بڑھ گئی۔

"یاور' ملتان۔"

یہ دو الفاظ جیسے اس نے ہمیشہ ایک ساتھ ہی جڑے ہوئے سنے تھے۔ اور اتنے برسوں میں اتنی بار سنے تھے کہ خود سنانے والے کا نام خود بخود مثلث کا تیسرا زاویہ بن چکا تھا۔

سارے زمانے سے خفا' اداس تنہا' مدیحہ اسے بالکل ہی کہیں آس پاس محسوس ہونے لگی۔

"کیا کوئی بے حد دل دکھاتی حقیقت' وقت کے اس سب سے پرسکون دورانیے میں مجھ پر کھلنے والی ہے۔" بہت دہشت زدہ سی ہو کر بیلا نے سوچا۔ پچھلے دو تین دنوں سے مدیحہ کالج نہیں آرہی تھی۔

چھٹیاں وہ اکثر ہی کر لیا کرتی تھی' بلکہ اسے کرنا پڑ جاتی تھیں' کسی چھوٹے بہن بھائی یا سوتیلی امی کی بیماری میں' کسی مہمان کی آمد پر' یا یوں ہی کوئی اور بات چھٹی کی وجہ بن ہی جاتی' مگر اب یکایک مدیحہ کی چھٹی سخت معنی خیز محسوس ہو رہی تھی۔

جتنی دیر دری کی شاپنگ کا سلسلہ چلا بیلا کا ذہن مستقبل کے ہی تانے بانے بنتا رہا۔

"کیا خبر مدیحہ والا یاور کوئی اور ہی ہو' ویسے بھی اس بات کا تو کبھی ذکر ہی نہیں آیا تھا کہ وہ ٹی وی پروگرام ڈائریکٹ کرتا ہے۔"

خود کو مطمئن کرنے کے لیے' وہ اس نہج پر بھی سوچنا چاہ رہی تھی' مگر ذہن میں آنے والے سارے خیالات میں یہ سب سے بودی دلیل تھی' دل بار بار ایک ہی نکتے پر جا ٹکتا تھا کہ ضرور مدیحہ کو لے کر اس کے ابا بھی ملتان ہی گئے ہیں۔ کچھ بھی تھا' قریب ترین رشتے داری' ایسے سنگین موقعوں پر ساری ناراضی سارے اختلافات ختم کر ہی دیتی ہے اور اگر واقعی ایسا ہی تھا' تو پھر آگے کچھ بھی ہو سکتا تھا۔

بستر علالت پر پڑی ماں کی خواہش' واسطے' عباس اپنی امی کی خوشی پوری کرنے کے لیے کسی حد تک بھی جا سکتا تھا۔

اور پھر بے چاری مدیحہ!

اس سارے قصے کا سب سے مظلوم کردار۔ نہ جانے کب سے ایک نہ ختم ہونے والے انتظار میں مبتلا اس کی اکلوتی' عزیز ترین دوست۔

"کیا میں مدیحہ کی خوشی' اس کے حق پر قبضہ جمانے کا میں سوچ بھی سکتی ہوں۔

بے ساختہ ہی اس کا سر نفی میں ہلا۔

اگلے چند دن یوں ہی گزرے۔

بوجھل' اداس' واہموں میں ڈوبے۔ نانی بار بار پوچھتیں کہ آخر وہ کس خوشی میں کالج سے چھٹی منا رہی ہے۔ مگر اسے کوئی بہانہ بھی نہیں سوجھتا۔

"بس ایسے ہی۔"

مختصر سا جواب انہیں اور بھی مشکوک کیے دیتا عباس والا معاملہ بھی وہ اپنی دانشمندی سے ہینڈل کر رہی تھیں۔ اور فوری طور پر تو ہر ممکنہ خطرے کو تین ماہ کے لیے ٹال ہی چکی تھیں' پھر جو یہ بیلا پر چند دنوں سے گم صم سی کیفیت طاری تھی۔ وہ الجھن میں ڈال رہی تھی۔ باوجود سختی کے انہیں بیلا سے محبت بھی تھی اور اس کی فرماں برداری پر اعتماد بھی کرتی تھیں۔ اسی لیے اس کی دل جوئی میں بھی کسر نہیں اٹھا رکھتی تھیں۔

"کہیں کالج میں کسی نے کچھ کہہ تو نہیں دیا۔ کہو تو میں ساتھ چل کر بات کروں؟۔"

بیلا کرسی پر بیٹھی ڈائننگ ٹیبل کے وسط میں رکھے سرخ گلابوں پر نگاہیں جمائے مدیحہ کی کہی کتنی ہی باتوں کو ذہن میں تازہ کرنے کی مصروفیت میں گم تھی۔ کچھ چونک کر ان کی شکل دیکھنے لگی۔

انہوں نے پھر سے اپنی بات دہرائی۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے' آپ بے کار میں کیوں فکر کر رہی ہیں۔"

اصل بات کہنا از حد مشکل تھی۔

نہ اس میں مدیحہ کا سامنا کرنے کی ہمت ہو رہی تھی اور نہ ان واہموں سے جھانکتی حقیقت سے تب ہی ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔

"تم ذرا فون سن لو' میں مشتری کو دیکھتی ہوں کیا کر رہی ہے کچن میں۔"

نانی کہتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئیں۔ فون' لاؤنج میں ہی کارنر کی ٹیبل پر رکھا ہوا تھا۔ بیلا نے اٹھایا تو دوسری طرف عباس تھا۔

"ہیلو' ہاں بیلا! میں ہوں عباس۔"

بیلا کی آواز کو پہچانتے ہی اس نے فوراً" کہا حالانکہ بتانے کی ایسی ضرورت بھی نہیں تھی۔ عباس کی آواز کو کوئی بھی ایک بار سن لینے کے بعد بھلا نہیں سکتا تھا۔

"ہیلو ہیلو' ہیلو!"

دوسری طرف سے کوئی جواب نہ پا کر وہ مستقل کہے جارہا تھا۔ بیلا ریسیور تھامے یوں ہی چپ کی چپ کھڑی رہی۔

"آپ کی امی اب کیسی ہیں؟" بالآخر اسے بات سوجھ ہی گئی۔

"دوسرے سرے پر موجود عباس نے ایک اطمینان کی سانس لی "شکر ہے' معلوم نہیں کیا گڑبڑ ہے لائنوں میں' تمہاری آواز آہی نہیں رہی تھی۔ امی کی حالت ٹھیک نہیں ہے بیلا! I.C.U میں ہیں۔ پہلے ہی بہت کمزور ہو گئی تھیں' اب دیکھو۔" بیلا بھی چند لمحوں کے لیے سب کچھ بھلا کر اسے تسلی دیے گئی۔

"بس دعا کرنا کہ وہ جلدی سے ٹھیک ہو جائیں۔ ابھی مجھے یہاں رکنا پڑے گا۔ تم فکر مت کرنا۔" بیلا کی بات ختم ہوئی تو وہ دھیرے سے بولا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی بیلا کی آنکھوں میں آنسو آنے لگے۔

"اپنا خیال رکھا کرو بیلا سب ٹھیک ہو جائے گا انشاءاللہ تم بس اپنی پڑھائی پر توجہ دو' مجھے نانی کے وعدے پر پورا بھروسہ ہے۔"

آنسو ایک باریک سی لکیر بناتے ہوئے اس کے چہرے کو گیلا کرنے لگے۔ عباس کو بھروسہ تھا' وقت پر بھی اور اس کے گھر والوں پر بھی' لیکن اسے نہیں تھا۔ اپنی قسمت پر۔" سامنے مشتری آکھڑی ہوئی تھی۔

بیلا نے آہستگی سے اپنے آنسو صاف کیے۔

نانی نے پوچھا تھا کہ کس کا فون ہے۔ بیلا نے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر بتا دیا تو وہ واپس چلی گئی۔

"اچھا' ایک بات تو بتاؤ۔ بالکل سچ سچ' تمہیں کبھی کبھی تو میرا خیال....."

ایک سنہرا راستہ' ناامیدی کی کہر سے پھر سے جھانکنے لگا۔ مگر وہ بڑی بے مروتی سے اس سے نظر بچا گئی۔ دل اسی الجھن میں مبتلا رہا کہ عباس سے مدیحہ کے بارے میں کس طرح سے پوچھا جائے' اور آیا پوچھا جائے بھی یا نہیں۔ نانی سامنے تخت پر آکر بیٹھ چکی تھیں' اور بظاہر بے نیازی سے اپنے بڑے سارے بٹوے میں سے کچھ ڈھونڈ رہی تھیں مگر بیلا اچھی طرح جانتی تھی کہ وہ صرف اس کی باتیں سننے کے لیے یہاں آکر بیٹھی ہیں۔ اور ظاہر ہے انہیں اس کا حق بھی تھا۔

نانی کی موجودگی میں مدیحہ کا ذکر اور بھی غیر ضروری تھا' یوں ہی دو چار باتوں کے بعد عباس نے فون بند کر دیا' تو وہ بیلا سے اس کی امی کی طبیعت کے بارے میں پوچھنے لگیں۔

تب ہی دروازہ بڑے زور سے بجا۔ انداز اتنا غیر معمولی تھا کہ نانی کی مشتری کو آواز دینے کی بھی ضرورت نہیں پڑی' وہ تیر کی طرح کچن سے نکل کر دروازے کی طرف بھاگی چلی گئی۔

آنے والی اماں تھیں۔

اور جس طرح فق چہرے کے ساتھ وہ تخت پر گرنے کے سے انداز میں آکر بیٹھی تھیں بیلا کو پورا یقین ہو چلا تھا کہ ضرور کوئی بہت بری خبر وہ ساتھ لے کر آئی ہیں' مگر اتنی بڑی خبر اس کے سان و گمان میں بھی نہیں تھی۔

"دری نے شادی کرلی ہے' ہم لوگوں کو بتائے بغیر۔" اماں کے لبوں سے بمشکل یہ چھوٹا سا جملہ ادا ہوا' اور دوسرے ہی لمحے وہ منہ پر دوپٹہ رکھ کر رونا شروع ہو گئیں۔

فوری طور پر تو کسی کے بھی منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکل سکا' نانی اور بیلا دونوں ہی یک ٹک انہیں دیکھے گئیں۔

اماں کی آواز بلند ہونے لگی تو نانی' بیلا سے پہلے اس خود فراموشی کی کیفیت سے باہر آئیں۔

"ہوش کی دوا کرو' کیوں چیخ چیخ کر زمانے کو سنانے پر تلی ہوئی ہو' معلوم نہیں کہاں سے الٹا سیدھا سن لیا اور آفت مچادی آتے ہی۔"

نانی کو اپنے اعصاب پر کمال کا کنٹرول تھا اس ہنگامی صورت حال میں بھی وہ بنا ثبوت کسی سنی سنائی پر یقین کرنے کے لیے تیار نہیں تھیں۔

"ایسے ہوتی ہیں کیا شادیاں' اور کیوں کرے گی دری چھپ کر شادی' ہم نے کون سی پابندیاں لگا رکھی ہیں اس پر۔ ایک کی بھی تو اس کی پسند سے کر رہے ہیں' اس کی بھی کر دیتے' جہاں وہ چاہ رہی ہے۔"

انہوں نے چاہے رواروی میں ہی کہا ہو مگر بیلا کو اپنا حوالہ دیے جانے پر بڑی شرم سی آئی۔

"بھلا اس نے کب اپنے منہ سے کہا تھا کہ وہ عباس سے ہی شادی کرے گی۔"

اماں کا واویلا بے جا نہیں تھا۔

انہیں بہت قابل اعتماد ذرائع سے یہ خبر ملی تھی' اور اس کار خیر کو انجام پائے دس پندرہ دن گزر بھی چکے تھے۔ نانی کے ہر اعتراض کو وہ دلیل کے ساتھ رد کرتی رہیں۔ دری بے شک رہ ابھی تک گھر پر ہی رہی تھی' مگر دن کے کسی

مختصر سے دورانیہ میں اس کا نکاح' عاطف سلطان سے انجام پا چکا تھا۔

اماں اپنے طور پر کنفرم کر چکی تھیں جب کہ نانی اس حقیقت کو تسلیم کرنے میں متامل تھیں۔ یہ گتھی اب دری کی آمد پر ہی سلجھنا تھی۔

"اب کہیں جا کر' اچھے دنوں کی امید بندھنی شروع ہوئی تھی تو نہ جانے پھر کس کی نظر کھا گئی یہاں ساری کی ساری جل کر خاک ہو رہی تھیں دری کی مقبولیت سے۔ ضرور کسی نے کچھ کروا دیا ہے۔" وقفے وقفے سے اماں کی درد بھری صدا لاؤنج میں ابھر رہی تھی۔ دری کی شکل میں انہیں پچھلی ساری محرومیوں کے ازالے کی جو خوش رنگ سی امید بر آتی نظر آئی تھی۔ وہ یکایک ہی گھپ اندھیرے میں جا چھپی تھی۔ اس بار ان کی آہ و زاری پر نانی نے انہیں اتنی خشمگیں نگاہوں سے دیکھا کہ وہ آنسو صاف کرتی اپنے کمرے میں چلی گئیں۔

لاؤنج میں بس بیلا' نانی اور مشتری بیٹھے رہ گئے اور ان کے بیچ پھیلا سناٹا۔

بیلا خود بے یقینی کے عالم میں تھی' دری کی خود سے جڑے اتنے قریبی رشتوں سے اتنی بڑی "بغاوت" سمجھ میں آنے والی بات نہیں تھی۔ جب کہ اسے اپنی بات منوانا بھی آتی تھی۔

بیلا اپنے خیالوں میں ڈوبتی' ابھرتی رہی۔

تب ہی دری آگئی۔

گئی تو وہ نہ معلوم کس کام سے تھی' واپس آئی تو کھانے پینے کی بہت سی چیزیں پیک کر کے لے آئی تھیں۔

ماحول کی سنجیدگی پر ذرا بھی دھیان دیے بغیر وہ اسی بشاش سے لہجے میں مشتری کو ہدایت کرنے لگی۔

"سب چیزیں نکال کر ٹیبل پر لگاؤ' اور دیکھو اگر کوئی چیز زیادہ ٹھنڈی ہو گئی ہو تو پہلے گرم......"

"تم نے عاطف سے نکاح کیا ہے دری؟" نانی کے تخت کے پاس کھڑی دری کی چلتی ہوئی زبان کو یکدم ہی بریک لگا۔

بیلا نے ایک گہری سانس لی۔

ایک فیصلہ کن گھڑی بہرحال آہی گئی تھی اور ابھی ابھی جو سایہ سا اس نے دری کے چہرے پر لہراتے دیکھا تھا' اس کے بعد زبانی اقرار کی کوئی خاص ضرورت نہیں تھی۔

پھر بھی تصدیق تو کرنا ہی تھی۔

"میں آپ کو خود ہی بتانا چاہ رہی تھی نانی! مگر عاطف نے کہا کہ ابھی کچھ اور ٹھہر جاؤ۔" نہ کوئی گھبراہٹ' نہ شرمندگی' نہ ہی تکرار' اماں اپنے کمرے سے نکل آئی تھیں اور اب زور زور سے اسے برا بھلا کہے جا رہی تھیں۔

"بے حیا' بے شرم' ہم مر تو نہیں گئے تھے' اگر تو اپنے منہ سے کہہ دیتی تو کیا ہم منع کر دیتے۔ اپنے ہاتھ سے یہ کام کرتے تو کچھ ہماری بھی عزت رہ جاتی' اب کس کو منہ دکھانے لائق چھوڑا ہے۔"

اس بار نانی نے اماں کو ایک بار بھی نہیں ٹوکا۔ تخت کے کنارے پر وہ اتنا سر جھکائے بیٹھی تھیں کہ' بیلا کو ان کے چہرے کے تاثرات بھی نظر نہیں آ رہے تھے۔

"عزت' بے عزتی کا ذکر تو جانیں دیں اماں! یہاں اس بدنام زمانہ عمارت میں زندگی گزارتے ہوئے' یہ لفظ تو ہماری زندگی سے نکل ہی گیا۔ اور پھر یہاں کون پارسا بس رہا ہے۔ جو مجھ پر انگلی اٹھانے کی ہمت کرے گا' میں نے تو بہرحال جائز شرعی نکاح ہی کیا ہے۔ میں نے ایک شریف شخص سے شادی کی ہے اماں! کس منہ سے وہ یہاں اپنے خاندان والوں کو لے کر آسکتا تھا۔ وہ لوگ مجھے قبول کر رہے ہیں' یہ کیا کم بڑی بات ہے۔ ورنہ آج تک یہاں کی کون سی لڑکی کسی اچھے خاندان کا حصہ بن پائی ہے۔"

بیلا کو بے ساختہ ہی عباس یاد آنے لگا۔ اسی چھت کے نیچے یہیں لاؤنج میں کھڑے ہو کر اس نے کتنی عزت کے ساتھ نانی سے اس کا ہاتھ طلب کیا تھا۔

"سمجھ کیوں نہیں رہی ہے دری۔" اماں یک دم ہی کمزور پڑنے لگیں۔ "اول نمبر کا دھوکے باز ہے وہ' تیری کمائی پر نظر ہے اس کی۔ تیری بڑھتی ہوئی شہرت سے فائدہ اٹھانے کے چکر میں' شادی کا جھانسہ دیا ہے۔ پیسہ بنانے مشین سمجھ رہا ہے تجھے اور کچھ بھی نہیں۔"

ان کی بات ختم ہوتے ہی دری زور سے ہنس پڑی۔ طنز اور درد میں ڈوبی ہوئی۔

"معلوم نہیں ایسی ہنسی کو' ہنسی کہنا بھی چاہیے یا نہیں۔" بیلا دم بخود سی اسے دیکھے گئی۔

"تو اماں! یہاں اس گھر میں بھی تو میری حیثیت کمائی کی مشین کی سی ہے۔ سولہ' سترہ سال کی عمر سے کام کرنا شروع کر دیا تھا میں نے' تھوڑے سے پیسوں کے لیے۔ اسٹیج پر اپنی باری کے انتظار میں گھنٹوں بیٹھنا پڑتا' لوگوں کی الٹی سیدھی باتیں' الٹے سیدھے مذاق برداشت کرنے پڑتے تھے۔ ظاہر ہے کہ اس وقت میری حیثیت ہی کیا تھی' کام تو

کرنا ہی تھا۔ اور اب بھی کرنا ہی ہے۔ مگر کتنا بڑا فرق ہے' یہاں رہ کر ذلت اٹھانے میں اور عاطف کی بیوی کی حیثیت سے کام کرنے میں' وہاں مجھے کچھ تو حاصل......"

"تم اپنا سامان اٹھاؤ اور چلی جاؤ یہاں سے۔ ابھی اسی وقت۔" بہت دیر بعد نانی کی آواز سب نے سنی۔ ان کی آنکھیں بالکل سرخ ہو رہی تھیں۔ "اور ایک احسان ہو سکے تو ہم پر کر دینا کہ آئندہ کبھی ہم سے تعلق رکھنے کی کوشش نہ کرنا۔" دری کے لب تھوڑے سے کھلے اور پھر بند ہو گئے۔ عاطف کی عائد کی ہوئی ایک اور بنیادی شرط کہ وہ اپنے گھر والوں سے کوئی تعلق نہیں رکھے گی۔" بتانے کی اب ضرورت نہیں رہ گئی تھی۔ وہ تیزی سے مڑی اور سیدھی اپنے کمرے میں چلی گئی۔

"مشتری!" نانی نے کونے میں ٹپاٹپ آنسو بہاتی مشتری کو مخاطب کیا تو وہ جلدی سے دوپٹہ سے منہ صاف کرتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"یہ لڑکی چلی جائے تو دروازہ بند کر لینا' اور تم لوگ چلو اپنے کمروں میں' خبردار جو کسی نے خوامخواہ کا واویلا مچانے کی کوشش کی۔ جو ناخلف اولاد آج ہمیں ٹھکرا رہی ہے' ہم خود اسے ٹھکراتے ہیں۔"

بیلا فوراً ہی اٹھ کھڑی ہوئی۔

نانی کا غصہ بارہا اس نے دیکھا تھا مگر آج جیسا خوف اس پر پہلے کبھی طاری نہیں ہوا تھا۔ بالکل ہی اعصاب کو منجمد کرتا ہوا۔ وہ اپنے کمرے میں داخل ہو رہی تھی تو اسے پیچھے سے وہ کہتی سنائی دیں۔

"خیال رکھنا مشتری! جاتے ہوئے یہ بیلا سے نہ ملنے پائے ورنہ تیری بھی خیر نہیں۔"

بیلا نے جلدی سے کمرے کا دروازہ بند کر کے لاک کر دیا۔

معلوم نہیں کتنی دیر گزری۔

گھر میں پھیلا ہوا سناٹا' مزید گہرا محسوس ہوتا رہا۔ وہ یوں ہی چپ چاپ گھٹنوں پر سر رکھے بیڈ پر بیٹھی رہی۔

تب ہی اسے باہر سے دری کی آواز سنائی دی۔ وہ اسے ہی پکار رہی تھی۔

"بیلا! بیلا! میں جا رہی ہوں دروازہ کھولو!" یک بارگی تو اس کا دل چاہا کہ صرف ذرا سی دیر کے لیے نانی کا سارا خوف بھلا کر وہ دروازہ کھول کر جاتی ہوئی دری سے ایک بار تو گلے مل ہی لے۔ پھر تو ایک نامعلوم سی مدت کے لیے بچھڑنا ہی ہے' مگر اب یہ بھی اتنا آسان نہیں رہا تھا۔ آج جس طرح دری نے علی الاعلان ان گنے چنے خونی رشتوں کو بھی ناگوار بوجھ کی طرح نوچ کر اپنی زندگی سے الگ کیا تھا' اس کے بعد گنجائش ہی کیا رہ گئی تھی۔

باہر سے مشتری کی آوازیں آ رہی تھیں' دری اس پر بری طرح خفا ہو رہی تھی۔ اسی دوران موبائل کی بپ ہونے لگی' تو ذرا سی خاموشی ہوئی اور پھر محض چند منٹوں کے وقفے سے' بیلا نے بھاری بیگ کے گھسٹنے اور دروازہ بند ہونے کی آواز سنی۔

دری جا چکی تھی۔

اسے اب اس گھر میں' ان لوگوں کی زندگیوں میں کبھی پلٹ کر نہیں آنا تھا' اور یہ کتنی عجیب سی بات تھی' ناقابل یقین سی۔

بیلا نے بے چینی سے پہلو بدلا اور پھر کچھ خیال آیا تو تیزی سے کمرے سے ملحقہ بالکونی میں آ کھڑی ہوئی۔

نیچے عاطف سلمان کی نئی چمکتی ہوئی کرولا کھڑی تھی۔

یقیناً" دری نے اسے بلوایا تھا' اور اب اسی کے پہنچنے کی اطلاع ملنے پر وہ نیچے اتر گئی تھی۔ بیلا نے دری کو مرکزی دروازے سے باہر نکلتے دیکھا۔ عاطف نے گاڑی سے نکل کر اس بڑے سے بیگ کو ڈگی میں رکھا' اور پھر وہ دونوں گاڑی میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہو گئے۔ دری نے ایک بار بھی ایک الوداعی نظر اس عمارت' اس بالکونی پر نہیں ڈالی تھی۔ جہاں پیدائش سے لے کر اب تک اس کی زندگی جڑی رہی تھی۔

شاید وہ ایسا کر کے عاطف سلمان پر اپنی اس جگہ سے لاتعلقی کا تاثر جمانا چاہ رہی تھی۔

"مگر کیا اسے ایک بار بھی یہ خیال نہیں آیا کہ یہاں' میں' نانی اور اماں بھی ہیں' جو ہمیشہ ہی اس سے اپنی جان سے بڑھ کر محبت کرتے رہے اور ہمیشہ ہی کرتے رہیں گے۔"

بیلا نے گلی کے کونے سے مڑتی ہوئی گاڑی کو بے حد دکھ سے دیکھا۔

آج کا دن کتنا دکھ بھرا سہی' ایک نیا زاویہ اس کی سوچ کو بھی عطا ہوا تھا۔



صحن نہ بہت کشادہ تھا اور نہ ہی بہت تنگ۔ بس درمیانہ سا' تین اطراف بنی کیاری میں گلاب اور موتیا کے اتنے پودے تھے کہ شمار کرنا مشکل تھا۔

مشتری نے ابھی ابھی پودوں میں پانی دے کر رگڑ رگڑ کر صحن دھو ڈالا تھا اور اب وائپر سے پانی خشک کر رہی تھی' بیلا سامنے والے کمرے میں سے نکلی اور برآمدے کی ریلنگ کے ساتھ لگے پردوں کو سمیٹ کر ہک میں باندھنے لگی۔

گیلی ٹھنڈی ہوا سنسناتی ہوئی' کمروں میں سے گزرنے لگی۔

آج صبح سے ہی ہواؤں میں تیزی تھی' موسم بدل رہا تھا اور زندگی بھی۔

"یہاں تو ہر وقت خاموشی رہتی ہے' بیلا باجی! کبھی کبھی تو اس سناٹے سے دل ہولنے لگتا ہے' ادھر اپنے پرانے محلے میں تو...!"

اپنی ہی دھن میں بولتی ہوئی مشتری کو بیلا کی فہمائشی نگاہ نے ایک بار پھر ایسی غلطی کا احساس دلایا' جو وہ لاکھ احتیاط کے باوجود بھی کر ہی جاتی تھی۔

"یہ سناٹا نہیں' سکون ہے مشتری جس کے لیے ہم خدا کا جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے' اور تم بھی اللہ کے واسطے اس پرانے محلے کی یاد میں آہیں بھرنا چھوڑ دو۔ ورنہ نانی سے کہہ کر تمہیں وہیں تمہاری اماں کے پاس بھجوا دوں گی۔" بیلا کہتے ہوئے واپس اندر مڑ گئی۔

مشتری کو پتا تھا کہ بیلا کو پرانے گھر کے ذکر سے چڑ ہے' پھر بھی غلطی سے منہ سے کچھ نہ کچھ نکل ہی جاتا' کچھ بھی سہی' اتنے برسوں کی انسیت نے سب ہی کو تھوڑا سا افسردہ کیا تھا۔ اسے بھی اور اماں اور نانی کو بھی۔

فرق بس اتنا تھا کہ وہ تو پھر بھی اظہار کرتی رہتی' مگر وہ دونوں اس ذکر پر ایک ٹھنڈی سانس بھر کر رہ جاتیں۔

"مگر یہ بیلا باجی تو اف!" فرش پر وائپر چلاتے ہوئے اس نے گردن کو ہلکے سے جھٹکا۔ "ان کا بس چلے تو کوئی چھوٹا موٹا جشن تو منا ہی ڈالیں۔ وہاں سے یہاں تک کے سفر کی خوشی میں' انہیں تو یہاں آ کر میرا خیال ہے دری باجی بھی یاد نہیں رہیں' کیسی بہن ہیں۔"

سوچنے کی آزادی مشتری کو بھی تھی' اور اپنے خیالات اپنے تک ہی رکھنے کی سمجھ ـــــ بھی اسے آتی جا رہی تھی۔

نانی کے کمرے سے ہلکی ہلکی ستار بجنے کی آواز آ رہی تھی۔

بیلا بھی وہیں چپ چاپ ایک طرف ہو کر بیٹھ رہی۔ نانی کی پتلی گلابی انگلیاں' بڑی مہارت کے ساتھ ستار پر چل رہی تھیں۔

"زندگی کے دو بنیادی اصول سمجھ لو' ایک محبت اور دوسرا محنت' محبت کی کوئی انتہا نہیں' اللہ سے کرو' اس کے بندوں سے کرو' جان بوجھ کر کسی کے ساتھ زیادتی نہ کر جانا' اور اگر بھولے سے ہو جائے تو کم از کم اس کا ازالہ ضرور کرنا' تمہاری اپنی راہ خود بخود آسان ہوتی رہے گی' اور اسی طرح محنت سے کبھی نہ گھبرانا' اپنے کام میں محنت اور لگن کا رنگ بھرو' اور پھر دیکھو کمال......"

بیلا دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھی' نم آنکھوں کے ساتھ انہیں سنے گئی۔

پھر ان کے پاس جا بیٹھی' اپنا ستار ایک طرف رکھ کر وہ بڑی محبت سے مسکرا دیں۔

"کیسی ہو رہی ہے امتحان کی تیاری' پیر کو ہے نا پہلا پرچہ؟۔"

"جی!" اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اللہ تمہیں اچھے نمبروں سے کامیاب کرے' اب کہ مجھے تمہاری فکر ہو رہی ہے۔ پچھلے چار ماہ سے تو کالج ہی نہیں جا رہی تھیں' فارم بھی ارشاد جمع کر آیا تھا۔" پچھلے چند ماہ میں زندگی جتنی الٹ پلٹ ہوئی تھی' اس میں بیلا کی پڑھائی کا کتنا ہی حرج ہو چکا تھا۔

"میری تیاری ٹھیک ٹھاک ہے نانی! انشاءاللہ اچھے نمبر آئیں گے' اور پھر اب آگے یونیورسٹی میں ایڈمیشن لینا ہے۔"

نانی کے برعکس وہ بالکل مطمئن تھی۔ زندگی میں سے بہت سارے خوف ایک ساتھ ہی نکل گئے تھے۔ اس پرانے فلیٹ کو بیچ کر اس دو سو گز کے گھر میں منتقل ہونا' نانی کا فیصلہ تھا' اور اس فیصلے کی بیلا سے بڑھ کر شاید کسی نے بھی خوشی نہیں منائی تھی۔

"یہاں رہنا کتنا اچھا لگ رہا ہے نانی! شروع سے ہی اگر ہم لوگ وہاں رہنے کے بجائے یہاں کہیں رہ رہے ہوتے تو شاید اپنا اچھا برا' زیادہ بہتر سوچنے کے قابل ہو جاتے۔"

بیلا اگرچہ اس سارے دور کو برے خواب کی طرح بھولنا چاہتی مگر پھر بھی جب وہ نانی کے پاس اکیلی بیٹھی ہوتی' کچھ ایسی ہی باتیں شروع ہو جاتیں۔

"بہت سی باتیں بس سے باہر ہوتی ہیں' جانتے بوجھتے بھی ہم کچھ نہیں کرپاتے ہیں' جگہ کوئی بری نہیں ہوتی' وہاں کے رہنے والے اسے اچھا یا برا تاثر بخشتے ہیں۔ ابھی بھی وہاں کچھ لوگ ہیں' جو روایتی موسیقی کے ساتھ جڑے رہنے میں ہی عافیت سمجھتے ہیں' برائی خود بخود نہیں پھیلتی بیٹا! معاشرہ اس کی حوصلہ افزائی کرتا ہے' تب وہ اندر ہی اندر جڑیں مضبوط کرتی چلی جاتی ہے۔"

بیلا چپ چاپ سنے گئی۔ دری کے جانے کے بعد سے ان میں بڑی عجیب سی تبدیلی آئی تھی' جسے وہ صرف محسوس کرسکتی تھی۔

"تمہاری ماں کمرے میں ہے؟" انہوں نے پوچھا تو اس نے اثبات میں سرہلادیا۔

اماں آج بازار سے پھر شوبز کے بہت سے رسالے خرید کرلے آئی تھیں' جس میں دری کے بیرون ملک کے شوز کی خبر اور تصویریں تھیں۔ ہر مہینے ہی انہیں ان رسالوں میں ایسا کچھ پڑھنے کو اور دیکھنے کو مل جاتا' جن میں دری موجود ہوتی۔ اس کے بعد وہ' وہ تیں اور ان کا کمرہ۔ بیلا کو ان پر بے حد' بے حساب رحم آیا کرتا' اماں میں نانی کا سا حوصلہ نہیں تھا۔

"امتحانوں کے لیے ارشاد سے کہہ دوں' تمہارے لیے کسی رکشہ' ٹیکسی والے کو کہہ دے۔" نانی کو پھر سے امتحانوں کی فکر ستانے لگی۔

"نہیں' ارشاد بھائی سے مت کہیے گا' میں یہیں سامنے سے رکشہ لے کر چلی جایا کروں گی اور واپسی پر تو کالج کے سامنے سے بہت ٹرانسپورٹ مل جاتی ہے۔"

نہ اب گھر کا پتہ بتاتے ہوئے شرم آتی تھی اور نہ یہاں اترتے ہوئے نظریں جھکانا پڑتیں' بیلا کو لگتا تھا جیسے وہ روز بروز اندر سے زیادہ مضبوط' زیادہ پراعتماد ہوتی جارہی ہے۔ گھر میں اب گاڑی نہیں رہی تھی پرانے گھر' پرانے سامان کے ساتھ گاڑی بھی بیچ دی گئی تھی' بلکہ بیچنا پڑ گئی تھی۔ سارا جمع جتھا ملانے کے بعد بھی یہ گھر خریدنے کے لیے کچھ پیسے کم پڑ رہے تھے' تو بیلا نے ضد کرکے گاڑی بھی بکوادی تھی۔ اس کے خیال میں اب اس کی کوئی خاص ضرورت بھی نہیں رہ گئی تھی۔ ان لوگوں کا باہر آنا جانا نہ ہونے کے برابر ہی تھا۔

"ارشاد بتارہا تھا کہ عباس پھر ملتان جارہا ہے۔" بیلا دیوار کے ساتھ لگے گاؤ تکیے ٹھیک کرکے رکھ رہی تھی' نانی کی اطلاع پر بے ساختہ ہی مڑ کر پوچھ بیٹھی۔

"کب' کتنے دن کے لیے؟"

نانی نے اس کے چہرے پر کچھ تلاشنا چاہا پھر کچھ خفگی سے بولیں۔ "کیوں پوچھ رہی ہو' جب کوئی واسطہ' تعلق رکھنا ہی نہیں ہے۔"

"میں واسطے یا تعلق کی وجہ سے نہیں پوچھ رہی ہوں' بلکہ اپنے پیپرز کی وجہ سے پوچھ رہی ہوں' کہیں وہ میرے پیپرز کے دوران کالج نہ پہنچ جائیں۔ پہلے بھی ارشاد بھائی بتارہے تھے کہ وہ کئی دن مستقل کالج کے گیٹ پر...!"

نانی کی نگاہوں سے بچنے کے لیے وہ دوبارہ ان کی طرف سے رخ موڑ کر ترتیب سے رکھی چیزوں کو پھر سے ترتیب دیتے ہوئے کہنے لگی۔ تب ہی انہوں نے جیسے کچھ چڑتے ہوئے اس کی بات کاٹی۔

"ایک بار مل کیوں نہیں لیتیں اس سے' صاف صاف کہہ دو جو بھی کہنا ہے۔ اس طرح منہ چھپا کر بیٹھنے سے تو ایک بار کی تلخی سہہ لینا زیادہ بہتر ہے' وہ بے چارہ بھی تقدیر پر شاکر ہو ہی جائے گا۔ کب تک اسے یوں بیچ میں لٹکائے رکھو گی۔" وہ جھنجلائیں۔

"میں نے آپ کو بتا تو دیا ہے نانی' مدیحہ کے بارے میں۔ اگر عباس ہی اس کے منگیتر ہیں تو میں ان سے کیسے شادی کرسکتی ہوں' آپ خود ہی تو کہتی ہیں کہ دوسروں کو رنج پہنچانے والوں کو اللہ کبھی سچی خوشی عطا نہیں کرتا' پھر مدیحہ تو میری عزیز ترین دوست ہے۔"

بیلا کے انداز میں قطعیت تھی' خود کو درست سمجھ کر جو فیصلہ اس نے کرلیا تھا' اب اس پر اٹل بھی رہنا چاہتی تھی۔

"تو پھر مدیحہ سے ہی ایک بار مل کر اس بات کی تصدیق کرلو' بات ایک طرف تو ہو۔ ارشاد غریب چھپا چھپا پھر رہا ہے۔ عباس سے' کل بھی کہہ رہا تھا کہ بہت خفا ہو کر گئے ہیں مجھ پر کہ میں جان بوجھ کر آپ لوگوں کا پتہ چھپائے ہوئے ہوں۔"

مدیحہ سے ملے ہوئے بھی مہینوں گزر چکے تھے اصل میں تو اس کا اپنا حوصلہ جواب دینے لگتا تھا اس کا سامنا کرتے ہوئے۔ پھر بھی خود کو صحیح ثابت کرنے کے لیے وہ تھوڑی سی بہادری کا مظاہرہ کر ہی گئی۔

"ہاں تو اب پیپرز کے دوران مدیحہ سے ملاقات ہو ہی جائے گی نا' لیکن اس سے اب کوئی خاص فرق نہیں پڑنے والا' میں تو ماسٹرز کرنے کے بعد کوئی اچھی سی جاب ڈھونڈوں گی' اور آپ اور اماں بس آرام کیجیے گا۔"

"ہماری گزر بسر شکر ہے آرام سے ہی ہو رہی ہے' اوپر کا کرایہ آجاتا ہے' اور اب کون سے اتنے بڑے خرچ جان کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ اصل فکر تمہاری ہے۔"

نانی جھنجلا ہی گئیں' انہیں عباس کا خیال دکھی کیے رکھتا تھا۔ اس کی امی اب بہتر تھیں۔ لیکن ارشاد جب آتا یہی سنا کر جاتا کہ وہ ان لوگوں کے اس طرح بنا پتہ ٹھکانہ دیے گھر تبدیل کرنے کے بعد سے کس درجہ پریشان ہے۔ بیلا کی دی ہوئی قسموں کا پاس نہ ہوتا تو وہ کب کا ارشاد کو کہہ چکی ہوتیں کہ وہ عباس کو اس گھر کا ایڈریس دے دے' بلکہ اب تو انہیں خود پر افسوس ہوتا تھا کہ انہوں نے عباس کے ساتھ کیسا ناروا رویہ آخری دنوں میں اختیار کرلیا تھا۔

"معلوم نہیں کیا مت ماری گئی تھی۔ کیسا ہیرے جیسا لڑکا' ہم جیسے زمانے بھر کے ٹھکرائے ہوئے لوگوں کو بھی سر آنکھوں پر بٹھاتا تھا' اور ہم اسی سے نالاں ہوتے رہے۔" وہ بڑبڑائے جارہی تھیں۔

اب حالانکہ ان کے اس اظہار تاسف سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا' پھر بھی جب بھی وہ عباس کی تعریف میں کچھ کہتیں' اسے بہت اچھا لگتا۔ مگر ساتھ ہی اندر کہیں گہری ہوتی اداسی اور بھی گہری ہونے لگتی۔

وہ ایک خوشی جو محض ہاتھ بڑھا کر حاصل کی جاسکتی تھی اتنی ہی ناقابل رسائی تھی۔ وہ نہ خود غرض کہلانا چاہتی تھی اور نہ ہی ناشکری۔ پھر وہ ایک نام زندگی سے بھی جڑ چکا تھا اور دل سے بھی یہ تو طے تھا وہ باہر برآمدے میں نکل آئی۔ نانی اب کاموں سے فارغ ہو کر گلابوں سے بھری کیاری کے نزدیک پڑی کرسی پر اطمینان سے پاؤں اوپر کیے بیٹھی تھیں۔

منع کرنے کے باوجود بھی ارشاد پہلے پیپر والے روز صبح ہی گاڑی لے کر آگیا' آج کل وہ کرائے پر ٹیکسی لے کر چلا رہا تھا۔

نانی کو اس کے آجانے سے بڑی تقویت ہوئی۔

"اب تو ارشاد ہے ساتھ' واپسی میں اگر آج بھی مدیحہ نہ ملے تو اس کے گھر ہوتی آنا۔" وہ یاد دلانا نہیں بھولیں۔

بیلا نے یوں ہی سرہلادیا۔

البتہ اس پر عمل کرنے کا دور دور تک کوئی ارادہ نہیں تھا۔ ویسے بھی مدیحہ کو آخر پیپر دینے تو آنا ہی تھا' سارا وقت وہ امتحانی پرچے کے ساتھ ساتھ وہ اس سے بھی سامنا کرنے کے لیے دل کو کڑا کرتی رہی۔

پر اس کا اندازہ غلط نکلا۔

مدیحہ امتحان دینے بھی نہیں آئی۔

صبح تو وہ جلدی میں ٹھیک طرح سے دیکھ بھی نہیں پائی تھی' مگر پیپر ختم ہونے کے بعد بھی وہ اسے کہیں نظر نہیں آئی۔ کئی لڑکیوں سے پوچھا' مگر سب کا ایک ہی جواب تھا کہ وہ کئی مہینوں سے غائب ہے۔

"میرے خیال میں تو کوئی بڑی گڑبڑ ہوئی ہے اس کے ساتھ۔ شاید بہت بیمار ہو' ورنہ یوں اپنی امتحانی فیس ضائع نہ جانے دیتی۔" جس لڑکی کا رول نمبر ہمیشہ مدیحہ کے ساتھ ہوتا تھا' اپنا خیال ظاہر کرنے لگی تو بیلا کو بھی اس کی بات میں وزن محسوس ہوا۔

وہ یوں ہی سوچتی الجھتی ہوئی گیٹ سے باہر نکل آئی۔

گیٹ پر معمول سے بڑھ کر رش تھا۔ امتحانوں کے دنوں میں عموماً رش دگنا محسوس ہوتا تھا۔ کالج کی ریگولر لڑکیوں کے ساتھ بی اے وغیرہ کی پرائیویٹ طالبات کی بھی بہت بڑی تعداد امتحان دینے کے لیے آئی تھی۔

گاڑیاں' ٹیکسی' موٹر سائیکل' وہ بچتی بچاتی اس طرف آئی جہاں ارشاد گاڑی کھڑی کیا کرتا تھا' پر آج وہاں دوسری گاڑیاں کھڑی تھیں۔

"شاید رش کی وجہ سے کہیں پھنس گیا ہو۔" بیلا نے اندازہ لگاتے ہوئے ادھر ادھر نظر دوڑائی' تو وہ سڑک کے دوسری طرف' کسی سے باتیں کرتا نظر آہی گیا۔

بیلا کو بڑا اطمینان سا ہوا کم از کم افراتفری کے عالم میں وہ رکشہ' ڈھونڈنے کی زحمت سے تو بچ ہی گئی تھی۔ معلوم نہیں ارشاد نے گاڑی کہاں کھڑی کی تھی۔ یہاں رش کا وہ حال تھا کہ کھڑا ہونا مشکل ہو رہا تھا بیلا بار بار ارشاد کی طرف دیکھے گئی۔ معلوم نہیں اس کی کیا باتیں تھیں جو ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔ ہنس ہنس کر بڑے مودب سے انداز میں اپنے سامنے والے شخص سے باتیں کیے جارہا تھا' جس کی یہاں صرف پشت دکھائی دے رہی تھی' بیلا کو ایک بار بھی گمان نہ گزرا کہ اس کا مخاطب کون ہے' پر جوں ہی وہ

ارشاد سے ہاتھ ملا کر قریبی دکان کی طرف بڑھا' ایک بہت ہلکی سی جھلک دکھائی دے ہی گئی۔ پل سے بھی کم وقفے کے لیے' بیلا ..ل حلق میں آتا محسوس ہوا۔

سڑک دو رویہ تھی' اور فاصلہ بھی اچھا خاصا تھا' پھر بھی بیلا کو ایسا لگا جیسے یہ عباس تھا۔ حالانکہ ابھی کل رات ہی ارشاد کے منہ سے یہ اطلاع سن کر کہ عباس صاحب دس دن کے لیے ملتان جا چکے ہیں۔ وہ بہت مطمئن سی ہو گئی تھی۔ مگر وہ تو شاید یہیں تھا۔ اسی شہر' بلکہ اسی سڑک پر۔

"ارشاد بھائی! آپ کسی سے باتیں کر رہے تھے سڑک پر؟" اتنی چھوٹی سی بات پوچھتے ہوئے اسے اپنی آواز میں اترتی لرزش صاف محسوس ہوئی۔

ارشاد اسی ہجوم میں سے گاڑی نکالنے کی فکر میں تھا' سامنے نظر جمائے ہوئے اطمینان سے بولا۔

"ایسے ہی ایک ملنے والے تھے میں نے ان سے اپنے لیے نوکری کی درخواست کی تھی۔ بے چارے بڑے بھلے آدمی ہیں' کہہ رہے تھے کل آجانا' کام ہو جائے گا۔"

اس تفصیلی جواب میں شک کا کوئی بھی پہلو نہیں تھا۔ بیلا جز بز سی ہو کر باہر دیکھنے لگی۔ سڑک پر ابھی تک اسے عباس کی گاڑی نظر نہیں آئی تھی۔

"مدیحہ باجی کے گھر چلنا ہے نا!" ارشاد نے مخالف سمت والی سڑک پر گاڑی کو موڑا۔

"نہیں' نہیں' گھر چلیں۔"

"کھڑے کھڑے پانچ منٹ کے لیے مل لیں۔ خیریت بھی پتا چل جائے گی اور نانی بھی خوش ہو جائیں گی۔"

ایک بار تو اس کا دل چاہا کہ ارشاد کو ڈانٹ ہی دے مگر مدیحہ کی طرف سے بھی یہ طویل لاتعلقی اب دل مزید گوارا نہیں کر پا رہا تھا۔

"خدا نہ کرے وہ کہیں کچھ زیادہ ہی بیمار نہ ہو۔"

مدیحہ کا گھر آنے تک سارے برے امکانات' وہاں جانے کا اور بھی مضبوط جواز پیش کرتے رہے۔

اور اب جب وہ اس چھوٹے سے گھر کا دروازہ بجائے جا رہی تھی۔ تو کوئی بھی کھولنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔

گلی میں لوگ مستقل ہی آ جا رہے تھے اور تھوڑے فاصلے پر ایک بالکل نئی گاڑی کھڑی تھی۔

شاید کسی کے ہاں کوئی ملنے آیا تھا۔

بیلا نے اس بار کچھ زیادہ ہی زور سے دروازہ بجا دیا۔

"آ رہی ہوں' ذرا دم تو لو' کیا دروازہ ہی توڑ ڈالنا ہے۔"

مدیحہ کی امی کی جھنجھلاہٹ بھری آواز وہ فوراً ہی پہچان گئی۔

"معلوم نہیں وہ اس وقت کتنے غصے میں ہوں گی۔" بیلا کے ذہن میں ان کے لیے ہمیشہ ایک غصہ ور شخصیت کا ہی عکس ابھرتا تھا' پر اس وقت تو وہ بڑے خلیق سے لہجے میں اس سے مخاطب تھیں۔

"ارے بیلا! تم ہو' آؤ اندر آؤ نا۔ میں سمجھی کوئی محلے کے بچے ہیں دروازے پر۔ اصل میں اوپر چھت پر کپڑے پھیلانے گئی تھی۔ اسی لیے دروازہ کھولنے میں دیر ہوئی۔" اسے اندر لاتے ہوئے وہ بتانے لگیں۔ بیلا ان کے پیچھے چلتی ہوئی اندر آئی۔ آگے پیچھے بنے ہوئے دو درمیانہ سائز کے کمرے اور ان کے پیچھے برآمدہ اور صحن۔

بیچ کے دونوں دروازے کھلے ہوئے تھے۔ بس ایک نظر ہی گھر کا مکمل جائزہ لینے کے لیے کافی تھی۔ خاموش' صاف ستھرا' کسی ہنگامی صورت حال کا شائبہ تک نہیں۔

"بچے اسکول گئے ہوئے ہیں' ورنہ یہ گیٹ تو سارا دن ہی کھلا رہتا ہے' ایک آ رہا ہے' ایک جا رہا ہے۔ ارے کھڑی کیوں ہو' بیٹھو نا!" انہیں اسے کھڑا دیکھ کر خیال آ گیا۔

دیوار کے ساتھ ایک پرانی وضع کا بغیر ہتھے والا چھوٹا سا صوفہ رکھا ہوا تھا۔ بیلا اسی پر ایک طرف ہو کر بیٹھ گئی۔

"مدیحہ گھر پر نہیں ہے کیا؟"

"ابھی آ جاتی ہے' یہیں سامنے سڑک پر جود کا نیں ہیں وہیں تک گئی ہے کچھ لینے' ورنہ تمہارا ہی انتظار کر رہی تھی۔"

بیلا کی سمجھ میں ٹھیک طرح سے ان کی بات نہ آ سکی بھلا مدیحہ کو کیا خبر کہ وہ آج یہاں آنے والی ہے لیکن دوبارہ پوچھنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ ان کی سخت گیری کی ہیبت بٹھانے والی مدیحہ ہی تھی۔ پھر بھی جو بات زیادہ پریشان کر رہی تھی' وہ پوچھنا تو ضروری تھی۔

"مدیحہ آج پیپر دینے کیوں نہیں آئی آنٹی! آج پہلا پیپر تھا' میں تو بہت فکر مند ہو کر......!" وہ ایک دم ہی زور سے ہنس پڑیں۔

بیلا کو بڑا عجیب سا لگا۔

"اسے تو میرا خیال ہے یاد بھی نہیں رہا ہو گا کہ

شروع ہو گئے ہیں' نئی نئی شادی ہے' خوب سیر سپاٹے ہو رہے ہیں۔ ابھی دو دن پہلے ہی تو ہمارے گھر آئی ہے' اس کا میاں چھوڑ کر گیا ہے۔ کل پرسوں چلی بھی جائے گی۔"

یہ خبر واقعی ایک بڑا سرپرائز تھی۔

"مدیحہ کی شادی ہو گئی' کب؟"

بیلا نے بڑی خوش گوار حیرت سے انہیں دیکھا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے جتنے برے برے خیال اسے آتے رہے تھے ان میں یہ ایک خوش کن خیال دور دور تک بھی نہیں گزرا تھا۔

"دو مہینے ہونے کو آ رہے ہیں' بس بہت جلدی میں ہی یہ کام ہوا۔ بس یوں سمجھ لو کہ جھٹ پٹ انجام پائی ہے شادی۔ میں تو مدیحہ سے کہتی بھی رہی کہ بیلا کا کہیں سے پتہ ڈھونڈ والو' میں خود جا کر بلاوا دے آؤں گی۔ مگر وقت اتنا کم تھا کہ سارے ملنے والے ہی رہ گئے' بس گھر گھر کے لوگ سمجھ لو' یا چند ایک قریبی پڑوسی اور اپنا خاندان ہے اس لیے کوئی تکلف بھی نہیں کرنا پڑا' شکر ہے ایک بڑے فرض سے ہم سبک دوش ہوئے۔" مدیحہ کی امی کے ایک ایک لفظ میں خوشی اور اطمینان تھا۔

بیلا نے ایک گہری سانس لی۔

اس کے سارے اندازے بالآخر درست ثابت ہوئے عباس کی امی کی بیماری ہی اس ہنگامی شادی کا سبب بنی ہو گی۔

"چلو جو بھی ہوا اچھا ہی ہوا!" اس نے اپنی عزیز ترین دوست کی خوشی پر دل سے خوش ہونا چاہا۔

"مدیحہ بہت خوش ہے ماشاء اللہ۔ اس کا میاں ہے بھی بہت اچھا' صورت شکل میں بھی اور عادت اخلاق میں بھی۔" مدیحہ کی امی مستقل مسکرائے جا رہی تھیں۔

بیلا نے تصور کی آنکھ سے مدیحہ اور عباس کو ساتھ دیکھنا چاہا تو وہ عکس دھندلا سا گیا۔

بہت غیر محسوس انداز میں اس نے اپنی آنکھیں رگڑ ڈالیں۔

"او... بہت سکھ پہنچایا مدیحہ نے مجھے۔ اللہ اسے ہمیشہ سکھی رکھے۔ میں غصہ بے شک کر جاتی تھی مگر خدا گواہ ہے کبھی بھی اس کا برا نہیں چاہا۔" بیلا نے ان کی باتوں کو بہت دھیان سے سننا چاہا مگر بہت ساری باتیں گڈمڈ ہوتی جا رہی تھیں۔

"اتنا سب کچھ ہو جانے کے بعد' عباس کو میرا پیچھا کرنے کی ضرورت کیا تھی آخر؟"

ارشاد کے پاس جانا۔

اس کے کالج پر جا کر کھڑا ہونا۔

ایک خاموش سا فخر کا احساس' جو عباس کی لگن پر اسے خود پر ہونے لگتا تھا' دبے دبے سے غصہ میں تبدیل ہونے لگا۔

"کاش وہ اس دہرے رویہ کو اپنانے کے بجائے بہت سچائی سے صرف مدیحہ کا ہاتھ تھام لیتا تو میں کتنا فخر محسوس کرتی' اس پر بھی اور خود پر بھی۔"

"میں تمہارے لیے چائے لاتی ہوں' باتوں میں خیال ہی نہیں رہا کہ تم ابھی امتحان دے کر آ رہی ہو' تھکی ہوئی ہو گی۔"

مدیحہ کی امی کو آداب میزبانی یاد آنے لگے تو وہ جلدی سے اٹھ کر کھڑی ہو گئیں۔

"میں پھر آؤں گی آنٹی! بہت دیر ہو گئی ہے اس وقت۔"

"ارے نہیں بھئی' کچھ دیر تو ٹھہرو' مدیحہ آئے گی تو بہت ناراض ہو گی کہ میں نے تمہیں روکا بھی نہیں۔"

مدیحہ کی امی حیران پریشان سی اس کے پیچھے دروازے تک چلی آئیں۔ مگر بیلا ایک منٹ بھی رکنے کے لیے تیار نہیں تھی۔

انہیں خدا حافظ کہتے ہوئے وہ گیٹ سے باہر نکل آئی' مگر مدیحہ سامنے ہی موجود تھی۔

ایک ہاتھ میں بڑا سارا خوشبوئیں اڑاتا شاپر تھامے اور دوسرے ہاتھ میں کولڈ ڈرنک کی بوتل لیے وہ پوری ایک

چھوٹی موٹی سی پارٹی کی تیاری کے ساتھ تھی۔

"آخر کو پکڑ ہی لیا نا میں نے ورنہ تم تو اس وقت بھی غائب ہو جاتیں۔ کتنا دوڑایا ہے تم نے ہم سب کو اپنے پیچھے ہلکان کر کے رکھ دیا۔" خوشی سے بے قابو ہوتے ہوئے وہ جس والہانہ انداز میں بیلا سے لپٹی تھی بیلا نے خود کو بمشکل ہی گرنے سے بچایا تھا۔

اب فوری طور پر کوئی بھی راہ فرار نہیں تھی۔ بیلا کو واپس اندر آنا پڑا۔

"اور شادی کی مبارکباد اس وقت قبول کروں گی جب میرے میاں بھی ساتھ ہوں گے اور تم میرے لیے کوئی شاندار سا گفٹ لے کر آؤ گی۔" وہ بہت خوش اور بہت خوبصورت لگ رہی تھی سر سے پیر تک بالکل بدلی ہوئی۔

بیلا کو اسے دیکھ کر بڑا اطمینان سا ہو رہا تھا۔ کوئی تو تھا جو اس سارے قصے میں اپنے حصے کی تلخیوں سے چھٹکارا پا گیا تھا۔

مدیحہ کی امی ساری چیزیں کچن میں لے گئی تھیں۔

"اور تمہارے یاور صاحب ٹھیک ٹھاک ہیں؟۔"

بہت ہمت کر کے اس نے بڑے سرسری سے انداز میں پوچھنا چاہا تو مدیحہ ہنستی چلی گئی۔

"اپنی تصحیح کرلو' یاور صاحب "میرے" نہیں ہیں۔ آیا کچھ سمجھ میں؟۔"

بیلا کی سمجھ میں واقعی کچھ نہیں آیا تھا۔

"میری شادی احمد سے ہوئی ہے' وہی امی کا بھانجا' بے چارہ بہت آگے پیچھے پھرتا تھا' میں نے سوچا' چلو کچھ نیکی کما ہی لوں' احمد بھی خوش اور ہماری امی اس سے زیادہ خوش۔"

"اور تم؟" بیلا کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ واقعی خوش تھی یا محض دکھاوے کی خوشی خود پر طاری کیے ہوئے تھی۔

"میں بھی خوش ہوں بیلا! یہ کوئی گھاٹے کا سودا نہیں ہے۔" مدیحہ اچانک سنجیدہ ہو گئی۔ "اصل میں یہ بات بہت دیر میں میری سمجھ میں آئی کہ زبردستی گھر بسائے جا سکتے ہیں مگر دل نہیں۔ پھر کیوں نہ میں اس کے گھر کو بساتی۔ جہاں کوئی بہت دل سے میرا منتظر بھی تھا۔"

کھلے ہوئے دروازے سے دھوپ کی ایک لمبی سی لکیر کمرے کے وسط تک آ رہی تھی' اور اس سنہری دھوپ کا ہالہ مدیحہ کے وجود کو منور کر رہا تھا۔ معلوم نہیں کیوں بیلا کو اس پر نظر جمائے رکھنا مشکل محسوس ہونے لگا۔

"اگر خالہ کی بیماری کا سن کر میں اور ابا ملتان نہیں جاتے تو شاید میں یوں ہی احمقوں کی طرح یاور کے نام کی تسبیح پڑھتے جاتی۔ وہ تو بس اتفاق سے ہی مجھے یاور کی سائیڈ ٹیبل میں تمہاری اور درِ نجف کی ایک تصویر نظر آ گئی۔ کسی بہت خوبصورت سے گھر میں لی ہوئی تھی۔ شاید کسی پروگرام میں کی تھی۔"

بیلا نے ایک بہت بھاری بوجھ کندھوں پر آتا محسوس کیا۔ قدیم طرز کا بنا ہوا وہ بہت خوبصورت گھر' جہاں پہلی بار عباس کا اور اس کا سامنا ہوا تھا۔ شاید وہاں کے کسی فوٹو شوٹ میں وہ بھی زد میں آ گئی تھی۔

"بیلا!" مدیحہ نے بہت محبت سے اس کا ہاتھ تھاما۔

"میں سچ کہتی ہوں مجھے خود پر شرم آتی ہے۔ کیسے میں اپنا ہر چھوٹے سے چھوٹا بلکہ بعض وقت تو خود ساختہ غم بھی تمہارے حوالے کر کے خود ہلکی پھلکی ہو جاتی تھی اور تم نے مجھے کبھی بھی اپنا نہ سمجھا' یا میں اس قابل نہیں کہ......!"

بیلا کے حوصلے کی حد بس یہیں تک تھی۔ مدیحہ کی بات ادھوری ہی رہ گئی۔

"اچھا اب بس بھی کرو' اتنے جوڑ توڑ کر کے ہم نے تمہیں یہاں رلانے کے لیے تھوڑی بلایا ہے۔" زور و شور سے روتی ہوئی بیلا کو چپ کرانے کے لیے تھوڑا سا رک لینا ہی تھا۔

"کیا مطلب!" فوراً" ہی رونا بھول کر وہ مشکوک نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

"مطلب!" مدیحہ نے بمشکل اپنی مسکراہٹ دبائی۔ "دیکھو ہم لوگ تو بے قصور ہیں۔ سارا پلان یاور کا بنایا ہے' تم خوامخواہ میں نانی اور اپنے اس ڈرائیور پر غصہ اتارنے نہ بیٹھ جانا۔"

سامنے کھلے ہوئے گیٹ سے باہر کا منظر صاف دکھائی دے رہا تھا۔ ارشاد بہت مسکرا مسکرا کر اسی مودب انداز میں کسی سے بات کر رہا تھا۔ اور اس بار بیلا کو پہچاننے میں کوئی شبہ نہیں ہوا تھا۔